عاشورا سے رابطہ اور امام خمینی (رح) کے عرفانی اور اخلاقی نظریات اور اصول

علی زمانی قمشایی

جو کوئی بھی امام خمینیؒ کی اخلاقی، عرفان نظری اور عملی سیرت سے آشنا ہو گا تو وہ جان سکتا ہے کہ آپ کے پورے نورانی وجود میں عاشورائی ثقافت پورے طور سے جلوہ گر تھی۔ اس طرح سے کہ ہم آپ کی سوانح حیات میں ملاحظہ کرتے ہیں: امام خمینیؒ اکثر زیارت کے ایام میں امام حسینؑ کی مرقد انور کے پاس ہوا کرتے تھے اور عشرہ محرم میں ۱۰۰ بار سلام اور ۱۰۰ بار لعنت کے ساتھ زیارت عاشورا پڑھا کرتے تھے[۱]۔

امام خمینیؒ اہلبیتؑ کے عاشق ہیں اور جیسے ہی یا حسینؑ کی صدا بلند ہوتی ہے آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں[۲]۔

امام خمینیؒ کی ایک عرفانی حالت آپ کا دعا اور توسل سے لگاو اور اشتیاق ہے۔ ہم لوگ نوفل لوشا کو فرانس کے دیہات میں اس کے گواہ ہیں کہ آپ نماز تمام ہونے کے بعد شب عاشورا فرماتے تھے کوئی مصائب پڑھنے والا ہے[۳]۔

اور امام خمینیؒ کو کسی نے نہیں دیکھا ہو گا کہ امام حسینؑ یا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا یا دیگر آئمہ معصومینؑ کے مصائب پڑھے جائیں اور آپ گریہ نہ کرتے ہوں[۴]، کہ خاندان عصمت وطہارت سے آپ کا عشق اور لگاو ہی تھا کہ آپ نے اہلبیتؑ کے دفاع میں کشف الاسرار نامی کتاب لکھی اور خانہ خدا کی زیارت اور کربلائے امام حسینؑ کی زیارت کے لئے اپنی کتابیں فروخت کر ڈالیں[۵]۔

اگر ہم ایک کلی اور محیط تجزیہ کرنا چاہیں اور کربلا کے انسان ساز اور کفر سوز مکتب کے سلسلہ میں امام خمینیؒ کے عرفانی نظریہ کی بررسی اور جائزہ لینا چاہیں تو ہمیں چند حصوں میں بحث کرنی ہو گی۔

الف: امام خمینیؒ نے ظلم کا مقابلہ کرنا اپنے جد امام حسینؑ سے میراث میں پایا ہے، ستمگروں سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی

---

[۱]۔ سر گزشت ہای ویژہ، ج ۲، ص ۹۸۔

[۲]۔ وہی حوالہ، ج ۲، س ۸۹۔

[۳]۔ وہی حوالہ، ج ۴، ص ۴۵۔

[۴]۔ وہی حوالہ، ج ۵، ص ۷۱۔

[۵]۔ وہی حوالہ۔

ضرورت اور طاغوت اور ان کے چیلوں سے مقابلہ کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر ہم اس مقابلہ کو جاری رکھیں اور ان کے ظلم کو دور کرنے کے لئے ہمارے سینکڑوں افراد قتل کردیئے جائیں اور اس لئے کہ ان (طاغوت حکومت) کے ہاتھوں کو اسلامی حکومت تک پہونچنے نہ دیں اہمیت رکھتی ہے ہماری حجت امیر المومنینؑ اور سید الشہداء امام حسینؑ کے کام میں محبت ہے۔[1]

امام حسینؑ نے احساس ذمہ داری اور اپنی گردن پر رسالت کے بوجھ کی وجہ کوفہ والوں کو خط لکھا اور اس میں تاکید کی !

جو شخص یہ دیکھے کہ ایک طاقتور ظالم، حرام الٰہی کو حلال شمار کر لیا ہے، خدا کے لئے عہد و پیمان کو توڑ دیا ہے، سنت رسول کی مخالفت کر رہا ہے اور خدا کے بندوں کے ساتھ ظلم و ستم کر رہا ہے اور کوئی صدائے احتجاج بلند نہ کرے؛ عکس العمل نہ دکھائے تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ خداوند عالم اس کو میری جگہ پر قرار دے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ یزید اور اس کے ماننے والے شیطان کی پیروی کی پابندی کرتے ہیں اور رحمٰن کی اطاعت سے رو گرداں ہیں انہوں نے فساد اور تباہی کو آشکار کر دیا ہے اور حدود الٰہی کو تعطیل کر دیا ہے ؟ کیا تم لوگ یہ دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے کنارہ کشی نہیں کی جا رہی ہے ؟۔۔۔ ایسے موقع اور ایسے حالات میں مومن انسان اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا اور مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے موت میرے لئے ایک سعادت اور اور ظالموں کے ساتھ میرا زندگی گذارنا رنج اور ملال ہے۔" انی لا اری الموت الا سعادۃ و الحیاۃ مع الظالمین الّا برما''۔[2]

امام خمینیؒ اپنی کسی ایک تقریر میں اسی حدیث کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں:

حضرت سید الشہداء سے ایک خطبہ نقل ہوا ہے کہ آپ نے اس خطبہ میں اپنی ملت کو حکومت وقت کے خلاف ذکر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایاﷺ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ ایک ظالم حاکم خدا کی حلال کردہ چیز کو حرام اور حرام کردہ کو حلال بنا رہا ہے اور اس کے بعد بھی خاموش رہے اور اپنے قول سے اس می« تبدیل نہ لائے اور اپنے عمل سے اس گمراہی میں تبدیلی نہ لائے جو ظالم حاکم نے پیدا کر دی ہے تو خدا نے قیامت میں اس کا ٹھکانہ اسی ظالم حاکم کے ساتھ قرار دیا ہے۔۔۔[3]۔

ب۔ اسلام کے نابود نہ ہونے کا خطرہ: امام خمینیؒ نے شاہ کی حک۔مت کو غاصبانہ اور غیر عادلانہ حکومت جانتے تھے اسی وجہ

---

[1]۔ کوثر، ج ۲، ص ۱۵۰۔

[2]۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۸۲، طبع بیروت۔

[3]۔ کوثر، ج ۲، ص ۴۶۸۔

سے طاغوت حکومت سخ مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

جس جگہ امیر المومنینؑ کو بیٹھنا چاہیے اس جگہ پر یہ (محمد رضا) بیٹھا ہوا ہے۔ جس جگہ امام حسینؑ کو بیٹھنا چاہیے، یہ بیٹھا ہوا ہے اپنے خیال میں بادشاہت کر رہا ہے، اسلام کا بھی اظہار کرتا ہے، یزید بھی کرتا تھا، معاویہ بھی کرتا تھا۔، اس جگہ پر ایسا آدمی بیٹھا ہوا ہے جہاں امام حسین علیہ السلام کو بیٹھنا چاہئے اس کا انکار کرنا ضروری ہے، یعنی تمام لوگوں پر یہ کہنا واجب ہے کہ تو مسند حکومت کے لائق نہیں ہے اس مسند سے نیچے اتر[1]۔

امام خمینیؒ کا استدلال بالکل وہی استدلال ہے جو امام حسینؑ نے کیا ہے، جب یزید بن معاویہ تخت حک۔مت پر بیٹھا تو اس کے اوائل ہی میں اس نے مدینہ کے حاکم وقت (ولید بن عتبہ بن ابی سفیان) کو خط لکھا کہ امام حسینؑ سے بیعت لے لو تو ولید نے ایک جلسہ بلایا اور امام حسینؑ کو یزید کے خط کو مضمون سے آگاہ کیا تو امام نے اس کا جواب دیا:

میں نے اپنے جد رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خلافت آل سفیان پر حرام ہے تو پھر اس خاندان کی بیعت کیسے کر سکتا ہوں جس کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہو؟ ولید نے یزید کے خط کے جواب میں لکھا کہ حسین نہ تیری خلافت کو قانونی طور پر مانتے ہیں اور نہ ہی تیری بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔[2]

امام حسینؑ کا نظریہ تھا کہ ابوسفیان کے بروئے کار آنے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ کی روش اور سیرت نابود ہو جائے گی دو تاکیدی خدا کا حکم یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر عملی طور پر بدون اجراء رہ گیا ہے۔اور امت مسلمہ کو ایک مصلح کی ضرورت ہے تا کہ معاشرہ اور اسلام کو اس کی اصلی جگہ پر لوٹا سکے۔

اس زمانہ میں مرکز ثقل جہان کے عنوان سے دو اہم مرکز یعنی کوفہ اور شام خاص شہرت کے حامل تھے کہ دونوں ہی مرکز عملی طور پر اموی کے اختیار میں تھے۔ کوفہ والوں کا امام حسینؑ کو دعوت دینا اس مقصد سے تھا کہ آپ اس شہر کو غاصب اور ظالم حاکموں کے فتنہ و فساد اور شر و برائی سے نجات دیں۔ امام حسینؑ نے کوفیوں کی دعوت قبول کر کے امام حسینؑ کا اصلی مقصد یہ تھا کہ اموی کے نام ارادوں اور ان کی غلط چالوں سے ان کی بدعت گذاری اور دباو سے اپنے جد کے دین کو زندہ کر لیا، اگرچہ امام حسینؑ اپنے والد گرامی اور بھاوی کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائی جیسے خصوصیات سے باخبر تھے اس لئے آپ نے اپنی تحریک کا آغاز اپنے اعوان و انصار کے ساتھ کیا۔

یہ اس حال میں تھا کہ آپ کے بھائی محمد حنفیہؒ امام حسینؑ کی حرکت سے باخبر ہونے کے بعد آپ کو آپ کے فیصلے سے روکنے کی کوشش کی اور حضرت علیؑ کے مقابلے میں کوفیوں کی بے وفائی کی یاد دہانی کرائی۔ لیکن امام حسینؑ نے کہ آپ نے بلند و بالا

---

[1]۔ وہی حوالہ، ج ۲، ص ۴۵۵۔

[2]۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۱۳ م ۳۸۲۔

مقاصد کے لئے قیام کیا تھا اس کا محمد حنفیہؒ کو خطاب کرتے ہوئے اپنے وصیت نامہ میں ذکر کیا ہے۔

میں نے خود خواہی، سرکشی اور ہوس پرستی کی وجہ سے مدینہ سے نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی فتنہ و فساد اور ظلم کرنے کے لئے بلکہ اس تحریک سے میرا مقصد اپنے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی اصلاح ہے، میرا مقصد امر بالمعروف اور نہی از منکر ہے اور میں اپنے جد اور والد کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں[1]۔

امام خمینیؒ بھی اس سلسلہ میں یاد دلاتے ہیں:

جس طرح سید الشہداءؑ اپنے شرعی فریضہ پر عمل کیا ہے اور اگر مغلوب ہو جائیں تو بھی اپنے شرعی فریضہ پر عمل کیا ہے، بات فریضہ کی ہے۔[2]

ج۔ اسرار قدر: خداوند عالم نے عالم عناصر کو کمال کی جانب جہت عطا کی ہے اور اس کے درمیان انسان پر خاص عنایت رکھتا ہے اور اس کے کمال کو ہر موجود سے زیادہ قرار دیا ہے۔ حق تعالی کمال مطلق ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی کمال مطلق کا آئینہ ہو۔ اس بنیاد پر اللہ نے پیغمبر جیسے انسان کے لئے کتاب، میزان اور معجزہ بھیجا اور ہر ظلمت اور تاریکی کے مقابلہ میں ایک شمع جلائی، انبیاء، سورج کی طرح ہیں کہ دنیا کو ظلم و جہالت سے نجات دلائیں اس نے ابراہیم کو بت اور بت پرستوں کے مقابلہ میں بھیجا اور منکر فرعون کے مقابلہ میں موسی کو روانہ کیا اور بو جہلی اور بو سفیان جہالت مطلق کے مقابلہ میں بلند و بالا حیثیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ خلاصہ یہ کہ ہر عصر و زمانہ میں ہر طاغوت کے مقابلہ میں اللہ کے ایک نمائندہ نے قد علم کیا اور طاغوتوں اور اہریمن صفت افراد کے شیطانی منصوبوں اور چالوں پر پانی پھیر دیا۔

عصر حاضر میں بھی مشیت خداوندی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی نسل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک و پاکیزہ ذریت سے کوئی ایک مرد اٹھے اور اپنے بے نظیر قیام سے طاغوت اور اس کے ماننے والوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے اور لاالہ الا اللہ کا توحیدی پرچم دنیا کے آخری کونے تک لہرادے۔

سر القدر تک رسائی حاصل کرنا اور اس سے باخبر ہونا ایسے مسائل ہیں کہ انبیاء اور معصومین کے سوا کسی کے لئے ممکن اور مقدور نہیں ہے۔ امام خمینیؒ نے اپنی کتاب مصباح الہدایۃ میں فرمایا ہے۔ کہ قدر اللہ کے اسرار میں سے ایک سر اور راز ہے اور خدا کی پوشیدہ چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ جو پردہ الٰہی کے پس پردہ چھپا بیٹھا ہے اور خلق خدا کی رسائی سے باہر امر الٰہی سے سر بمہر ہے۔ خدا کا علم تمام چیزوں سے پہلے اس سے تعلق رکھتا ہے، خدا نے اس کے جاننے کی ذمہ داری کو اس سے اٹھا لیا ہے اور اس کے مقام کو اس سے بھی بالاتر قرار دیا ہے کہ ان کا دست و بازو شہود ان تک پہونچ سکے اور ان کی عقل میں آسکے؛ کیونکہ ان کے

---

[1]۔ وہی حوالہ، ص۳۲۹۔

[2]۔ کوثر، ج۲، ص۴۵۵۔

لئے حقیقت، ربانیت، قدرت مدیت، عظمت نورانیت اور عزت وحدانیت تک رسائی ممکن نہیں ہے کہ قدر ایک متلاطم دریا ہے جو حق تعالی سے مخصوص آسمان وزمین کی گہرائی اور مغرب ومشرق کی وسعت کے بقدر شب پر کور کی طرح سیاہ ہے۔ اور بے شکار سانپوں اور مچھلیوں کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتا اس دریا کی تہہ میں ایک آفتاب ہے ایسا تابناک فرزوں کہ خداوند عالم کے سوا کوئی اسے نہیں پہچانتا کہ اس کی خبر حاصل کرسکے جو بھی اس کی خبر حاصل کرنے کے پئے سر اٹھائے گا تو یقینا اس نے خدا کی اس کے حکم میں خلاف ورزی کی ہے اور اس کی سلطنت میں جنگ کیلئے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور اس کے پردہ کو اٹھادیا اور اس کے راز فاش کردیا ہے اور خدا کے غیظ و غضب کا شکار ہوا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اس کی کتنی بری سرنوشت ہے[1]۔

امام خمینیؒ علی ولی اللہ کے کلام کی تصدیق کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

محبوب کی جان کی قسم کہ اس حدیث میں جو علم و معرفت کے سرچشمہ سے صادر ہوئی ہے، اسرار پوشیدہ ہیں کہ صاحبان عرفان کی عقلیں ۱/۱۰ میں سے ایک دسویں حصہ تک بھی نہیں پہونچ سکتی چہ جائیکہ ہمارے افکار اور خیالات۔

قضائے الٰہی سے راضی ہونا :

امام خمینیؒ ہر حال میں اللہ تعالی کی قضاو قدر پر راضی تھے، آپ نے پیرس سے ایران واپسی کے موقع پر اپنے ان ساتھیوں اور ناصروں سے خطاب کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ اعلان فرمایا جو آپ کے ساتھ ایران واپس آنا چاہ رہے تھے : میں نے تم لوگوں کی گردن سے اپنی بیعت اٹھالی ہے میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ لوگ بیماری وجہ سے خدانخواستہ کسی خطرہ میں پڑ جائیں۔ مجھے یہ ناپسند ہے کہ کوئی ہمارے لئے کسی زحمت اور خطرہ سامنا کرے۔[2]

واضح ہے کہ امام خمینیؒ نے یہ درس اپنے جد بزرگوار حضرت ابو عبد اللہ امام حسینؑ سے سیکھا ہے۔ آنخضرت بھی علم امامت سے عاشور کے خونین صحرا میں اپنی اور اپنے اصحاب اور انصار کی شہادت ظالم و جابر حکومت کے توسط اپنے اہل حرم اور اہل بیت طاہرین کے اسیر ہونے کے بارے میں باخبر تھے، جب آپ نے مکہ سے خارج ہونے کا ارادہ کیا تو ایک خطبہ دیا اور اس کے ضمن میں فرمایا :

اولاد آدم کے لئے موت جوان لڑکیوں کی گردن میں گردن بند کی طرح ہے۔ یہ عبارت اس معنی میں ہے کہ میں نظام خلقت میں موت کو بہت زیادہ خوبصورت اور حسین دیکھ رہا ہوں بالخصوص جب موت خدا کی راہ میں ہو، شہادت۔

آپؑ نے اس وقت فرمایا : اللہ کی مرضی ہم اہل بیتؑ کی مرضی ہے اور ہم اس کی مصیبت پر صبر کریں گے یعنی ہم اس کے

---

[1]۔ مصباح الهدایۃ، ص ۳۲، امام خمینیؒ، با مقدمہ سید جلال آشتیانی۔

[2]۔ کوثر، ج ۲، ص ۶۲۳۔

امتحان اور آزمایش پر ثابت قدم رہیں گے۔

یہی جذبہ حضرت امام حسینؑ کے فرزند علی بن حسینؑ میں بھی موجود تھا، مکہ سے عراق کی سمت کاروان حسینی کے حرکت کرنے وقت جب منزل ثعلبیہ پر پہونچے توامام کو تھوڑی دیر کے لئے نیند آگئی اور جب بیدار ہوئے تو فرمایا: ایک ھاتف غیبی نے کہا: آپ لوگ جارہے ہیں اور موت آپ لوگوں کو جنت کی طرف لے جارہی ہے۔ اس وقت علی بن الحسینؑ نے فرمایا: اے بابا کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا: کیوں نہیں اے میرے بیٹا: اس خداوند ذوالجلال کی قسم کہ بندے اس کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔ علیؑ نے فرمایا: پھر تو ہمیں موت سے کوئی بھی پرواہ نہیں ہے[1]۔

امام حسینؑ نے شب عاشور اپنے تمام ساتھیوں اور اصحاب و انصار کو آزمایا کہ کیا حقیقتاً یہ لوگ شہادت اور قضائے الٰہی کا استقبال کرتے ہیں یا پھر سر میں کوئی اور فکر و خیال رکھتے ہیں کہ جو خلوص اور رضا کے مقام سے دور ہے۔ امام سجادؑ نے فرمایا: میرے بابا اس رات کس کے آنے والے کل میں شہید ہوئے میں اپنے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: رات تاریک ہے اور یہ لوگ (دشمن) صرف اور صرف میرے طالب ہیں اگر کچھ پر قابو پائیں گے تو قتل کر ڈالیں گے اور تم سے کوئی سروکار نہیں رکھتے لہٰذا تم لوگ آزاد ہو جہاں چاہو چلے جاو۔ لیکن ان لوگوں نے جواب دیا: خدا کی قسم ہم لوگ ہر گز ایسا نہیں کریں گے۔ امام نے فرمایا: اس صورت میں تک سارے کے سارے قتل کر دیے جاو گے۔ انہوں نے کہا: الحمد للہ اور اس خدا کا شکر کہ اس نے ہمیں آپ کے ہمراہ شہادت کا شرف عطا کیا ہے پھر اس گفتگوکے بعد امام حسینؑ نے فرمایا: تم لوگ اپنے سروں کو اوپر اٹھاو اور دیکھو تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور جاودانی جنت میں اپنی اپنی منزلیں دیکھیں اور آپ نے اپنے ہر ایک ساتھی کے مقام اور مرتبہ کی وضاحت فرمائی۔۔ اس بنیاد پر تھا کہ امام حسینؑ کے اصحاب و انصاری عاشور کے دن اپنے سینہ اور چہرہ سے نیزہ اور تلوار کا استقبال کیا اور جنت میں اپنی اپنی منزلوں کے مالک ہوئے۔[2]

امام حسینؑ کے ناصر عابس بن شبیب شاکری اپنے مولا کی فرمایش کے جواب میں ان کے شہادت سے کافی عشق اور خلوص کو بیان کر رہی ہیں اور حق تک پہونچنے کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے حضرت سید الشہداء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایاک خدا کی قسم روئے زمین پر اپنا اور پرایا آپ سے زیادہ محبوب اور عزیز نہیں ہے۔ اگر ہم لوگ آپ کو قتل ہونے سے بچا سکتے ہوئے تو ہم لوگ اپنی جان سے عزیز ترین اور محبوب ترین کا دفاع کرتے۔ ہم خدا کو گواہ بناتے ہیں کہ ہم لوگ اور آپ اور آپ کے والد گرامی کی راہ کے مالک ہیں اس کے بعد عابس نے ننگی تلوار سے دشمن پر حملہ کیا، ان کی پیشانی پر زخم کا نشان تھا اور ربیع بن تمیم کہ (کوفہ اور ابن زیاد کے لشکر) میں موجود تھا اس نے کہا: میت نے عابس کو دیکھا تھا وہ شجاع ترین انسان تھے، میں نے کہا: اے لوگوں! یہ

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۷۔

[2] ۔ وہی حوالہ، ص ۲۹۷، ۳۱۸۔

شیروں کا شیر ہے، ابو شبیب کا لڑکا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی جنگ کرنے نہ جائے اور وہ فریاد کر رہے تھے: کیا کوئی مرد ہے؟ عمر سعد نے کہا: اس کو چاروں طرف سے پتھر مارو۔ جب عابس نے ایسا دیکھا تو زرہ اور خود اتار کر پھینک دی اور دشمن کے لشکر کی طرف حملہ کیا۔ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ان کی مقابلہ میں ۲۰۰، سو سے زیادہ لوگ تھے کہ فرار کر گئے آخر کار ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور شہید کر ڈالا۔ میں نے ان کے سر کو دیکھا کہ عمر سعد کے چند سپاہیوں کے ذریعہ دست بہ دست ہوا اور ان میں سے ایک اس بات کا دعوی کر رہا تھا کہ ان کو میں نے قتل کیا ہے لیکن جب عمر عمر سعد کے پاس آئے تو اس نے کہا: آپس میں ٹکراؤ پیدا نہ کرو کیونکہ ان کو کسی ایک شخص نے قتل نہیں کیا ہے[1]۔

روایت میں ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفی۔ عاشور کی ظہر کو نماز قائم ہونے کے وقت امام حسینؑ کے آگے کھڑے ہو گئے اور خود کو تیروں کا نشانہ بنا دیا۔ جب بھی داہنے یا بائیں سے کوئی تیر آتا ہے تو آپ اسے اپنے سینہ پر روکتے تھے اور آپ کے جسم پر اتنے تیر لگے کہ آخر کار زمین پر گر گئے۔

خدائی تحریکیوں کی واقعی علامت:

معمولا قیام اور تحریک میں فوج کو ظاہری شکست سے دو چار ہو: کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز (سورہ مجادلہ، آیت ۲) خداوند عالم نے اس طرح مقرر کیا ہے کہ میں اور میرے رسول کامیاب ہوں، ایسا کیوں نہ ہو۔ جبکہ قوی ہے اور مغلوب ہونے والا نہیں ہے۔

قرآن کریم دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ہمارا قطعی وعدہ بندوں کے لئے پہلے سے مسلم ہو چکا ہے کہ ان کی مدد کی جائے گی۔ وان جندنا لھم الغالبون (سورہ صافات، آیت ۱۷۳) ہمارا لشکر تمام میدانوں میں کامیاب ہے۔

امام خمینیؒ نے لشکر حق کی ظاہری شکست کے بارے میں (کہ در حقیقت وہی کامیابی ہے) فرماتا ہے: "کل یوم عاشورا و کل ارض کربلا" ایک عظیم جملہ ہے کہ اس سے غلط سمجھتے ہیں۔ سوچتے ہیں کہ یہ اس معنی میں ہے۔ کہ ہر روز رونا چاہیے لیکن اس کا مفہوم اس کے علاوہ ہے۔۔۔ کربلا کا کردار یہ تھا کہ امام حسینؑ چند افراد کے ہمراہ کربلا آوے اور اپنے زمانے کی حکومت یزید کے ظلم کے مقابلے میں قیام کیا۔ قربانی دی اور شہید گئے لیکن ظلم کے سامنے سر نہیں جھکائے اور یزید کو شکست دی۔

امام خمینیؒ ایک دوسری جگہ پر فرماتے ہیں: امام حسینؑ یزید کے ساتھ جنگ کرنے میں شکست کھائی اور شہید ہو گئے لیکن حقیقت کے اعتبار سے کامیاب ہو گئے اور ان کی شکست ظاہری تھی اور فتح و کامیابی واقعی تھی۔

اس کام کا راز یہاں پر ہے کہ انسان کا فریضہ ظاہری امر سے مربوط ہے اور حقیقی فریضہ انسان کے بس سے باہر ہے انسان خود

---

[1]۔ دمع السجود، ص ۱۴۵، ولامہ شعرانی، ترجمہ نفس المفہوم۔

کہ ہر وقت اپنے ابلاغ شدہ فریضہ پر عمل کرے۔ اس لحاظ سے انبیاء، آئمہ، اوصیاء، اولیاء اور علماء کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

اگرچہ کبھی کبھی استثناء دکھائی دیتا ہے کہ واقعی فریضہ کا طالب ہوتا ہے، واضح ہے کہ انبیاء اور آئمہ معصومینؑ نے موقع سے اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے قیام کیا ہے اور جب دین اور اور معاشرہ کی مصلحت سمجھی تو صلح کر لی اور کبھی اپنے مسلم حق سے میں صرف نظر کیا ہے اور خانہ نشین ہو گئے، کیا اس طرح کے موارد کا امام علیؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں ہم سراغ نہیں رکھتے؟ امام خمینیؒ نے ۱۳۴۲ش میں شاہ کی طاغوتی حکومت کے خلاف قیام کیا۔ لیکن اس زمانہ میں ظاہری شرائط فراہم نہ تھے اور امام کی تحریک مطلوبہ نتیجہ تک نہ پہونچی۔ لیکن جب ۵۷ش میں وقوع ملا اور لوگ پورے وجود کے ساتھ امام کے حکم پر میدان میں آئے تو آپ نے اپنی ذہانت آمیز رہبری سے اسلامی انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا اور ظلم و ستم اور ظالموں کے محل کو مسمار کر دیا اور ۲۵۰۰ سال حکومت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

امام حسینؑ کا قیام ظاہری لحاظ سے خاص موقعیت میں واقع ہوا کہ اس کا پروگرام اسی بنیاد پر بنایا گیا۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل موارد کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے:

۱۔ مدینہ کا حاکم (ولید بن عتبہ) یزید بن معاویہ کے حکم سے امام حسینؑ کے مشکل کھڑی کر دی کہ یزید کی بیعت کریں اور اس کی ناپاک حکومت کو قانونی حیثیت دیں۔ لیکن امامؑ نے اس ذلت کو قبول نہیں کیا اور یزید کی بیعت کو اسلام کی نابودی سمجھا۔ لہٰذا آپ نے مدینہ سے مکہ کی جانب ہجرت کرنے ہی میں مصلحت سمجھی اور آپ نے مکہ سے روانہ ہوتے وقت کہا: خدایا! مجھے ظالم قوم کے ہاتھوں سے نجات دے۔ حضرت امام حسینؑ سورہ قصص کی ۲۱ویں آیت کی طرف اشارہ کر رہے تھے: "فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين"۔ جس وقت محمد حنفیہؒ نے حضرت امام حسینؑ کو اس سفر سے روکا تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر میں زمین میں جاسنوروں کے سوراخ میں بھی چلا جاوں گا تو بھی بنی امیہ مجھے باہر نکال لیں گے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے۔[1]

۲۔ کوفیوں نے ہزار خطوط لکھے اور امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اپنے خطوط میں لکھا کہ امام حسینؑ کی رکاب میں جنگ کرنے والے ۱لاکھ سپاہی موجود ہیں کہ ان میں سے ۴۰ ہزار نے مسلم بن عقیل کی بیعت کر لی ہے۔

سعودی کے بقول جب امام حسینؑ عراق جانے کے لئے تیار ہو گئے تو ابن عباس نے آپ سے ملاقات کی اور عراق کی طرف جانے سے روکا اور اگر جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن کی طرف چلے جائیں۔ ابن عباس نے کہا: میں کوفیوں کے مکر و حیلہ اور ان کی غداریوں سے مطمئن نہیں ہوں۔ لیکن مسلم بن عقیل نے مجھے خط لکھا ہے کہ شہر والے ان کی مدد کرنے کے لئے آمادہ اور سب نے

---

[1] بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۳۵۔

میری بیعت کرلی ہے لہٰذا میں وہاں جانے کے لئے آمادہ ہوں۔[1]

امام حسینؑ نے کوفیوں کے خطوط کا جواب لکھا:

''حسین بن علی کی طرف سے مسلمان اور مومن بھائیوں کے نام!

سلام علیکم میں اس کا خدا کا شکریہ کررہا ہوں جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ مجھے مسلم بن عقیل کا خط ملا اور اس میں تم لوگوں کے اچھے خیال سے مجھے آگاہی ہوئی۔ میں نے خدا سے التجا اور درخواست کی ہے کہ ہمارے حق کو طلب کرنے کے لئے تمہارے نیک اجتماع کو میرے لئے نیک قرار دے اور تم لوگوں کو اجر عظیم عنایت کرے۔ میں ۸ ذی الحجہ بروز منگل مکہ سے نکل چکا ہوں اور جب میرا قاصد تم تک پہونچ جائے تو اپنے کاموں میں جلدی کرو اور کوشش کرو کہ میں انہی ایام میں تمہاری طرف آجاوں گا۔ والسلام''۔[2]

۳۔امام حسینؑ ظاہراً مکہ (حرم امن الٰہی) میں قیام نہ کرسکے۔ فرزدق نے کہا: میں نے مکہ معظّمہ میں امام حسینؑ سے کہا: آپ جلدی کیوں کررہے ہیں اور حج کیوں نہیں کررہے ہیں؟ فرمایا: میں اگر جلدی نہ کروں تو یہ لوگ مجھے گرفتار کرلیں گے۔ ان کا منصوبہ یہ تھا امام حسینؑ کو خفیہ طور پر گرفتار کرلیں اور اگر یہ منصوبہ عملی نہ ہو تو پھر انہیں غافل کرکے قتل کردیں۔ لیکن آپ ان کی اس ناپاک سازشوں کو ناکام بنادیا۔[3]

۴۔امام حسینؑ مکہ سے خروج کے ساتھ ساتھ اسی طرح جنگ کے تدارک کے بارے میں کوشش کی۔ لہٰذا قطقاز مقام پر عبداللہ بن حنفی کا خیمہ دیکھا اور ان سے مدد مانگی اگرچہ اس نے قبول نہیں کیا لیکن ایک دوسرے مقام پر زہیر بن قین نے آپ کے سوال کا مثبت جواب دیا اور خندہ پیشانی کے ساتھ امام کی درخواست کا استقبال کیا۔[4]

سید الشہداء نے کوفہ کے روساء میں سے اخنف بن قیس اور قیس بن ھیثم کو خط لکھا اور ان سے مدد مانگی تو ان لوگوں نے بھی آپس میں مشورہ کرنے کے بعد آپؑ کو خط لکھا اور اس کیں اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا[5]۔ یہاں تک سرزمین کربلا میں حبیب ین مظاہر اسدی نے پیش کش کی کہ اسی کے قریب بنی اسد کا قبیلہ یا گروہ رہتا ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو ان لوگوں کو آپ کی نصرت کی دعوت دوں تو آپ نے اجازت دی پھر حبیب ان کے پاس گئے اور کہا کہ تم لوگ فرزند فاطمہ کی نصرت کرو تو ان کے

---

[1]۔ مروج الذھب، ج ۳، ص ۵۴، مسعودی۔

[2]۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۶۸۔

[3]۔ وہی حوالہ، ج ۴۴، ص ۳۶۵۔

[4]۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۷۱، ۳۱۵۔ ارشاد شیخ مفید، ص ۷۷۔

[5]۔ وہی حوالہ، ج ۴۴، ص ۳۳۸، ۳۴۰۔ ترجمہ نفس المفھوم، شعرانی، ص ۵۱۔

درمیان میں سے تقریبا۹۰افراد نے امام حسینؑ کی رکاب میں آپ کی نصرت کرنے کے لئے آمادگی کا اظہار کیا۔[1]

ان تمام اوصاف کے باوجود امام حسینؑ کی یزید کے لشکر کے مقابلے میں ظاہری شکست کو مکمل اور یقینی کامیابی جانیں کیونکہ آپؑ اور آپ کے اصحاب وانصار کی شہادت سے اسلام زندہ ہوا اور رہتی دنیا تک باقی ہے اور حسینؑ اور حسینی افراد کا نام اسلام کی تاریخ کے اوراق میں درخشاں رہے گا۔

تاریخ نگاروں نے لکھا ہے: باوجودیکہ امام حسینؑ کی عاشور کے دن پیاس کی شدت سے انکھیں تاریک ہو گئیں تھیں جب آپ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کی بے وفائی کا اندازہ لگایا تو دشمن کے لشکر سے اس طرح جنگ کی کہ سب داد تحسین دینے لگے۔ ایک مورخ امام حسینؑ کی عاشور کے دن جنگ کی کیفیت کے بارے میں عینی شاہد کہ بقول لکھتا ہے: خدا کی قسم میں کسی مغلوب، مقہور اور کورد حملہ قرار پانے والے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کی اولاد، اہلبیت اور اصحاب وانصار سارے کے سارے شہید ہوگئے ہوں اس کے بعد حسینؑ کی طرح حملہ کرے۔ جب دشمن کے لشکر نے آپ پر حملہ کیا تو آپؑ نے شمشیر لے کر ان پر حملہ کیا اور سارے لشکر کو تتر بتر کر دیا گویا کہ بھیڑ بکریوں کے گلہ پر حملہ ہوا ہو، کبھی ہزار مسلح مردوں پر حملہ کیا تو آپ کے سامنے ٹڈی کی طرح فرار کر رہے تھے۔ پھر آپ اپنے پہلے مقام کی طرف واپس آئے اور فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔[2]

امام خمینیؒ نے فرمایا: حضرت سید الشہداء کو شہید کر دیا گیا لیکن خدا کی اطاعت تھی سارا کام خدا کے لئے تھا تمام حیثیت خدا کے لئے تھی اس لحاظ سے کسی شکست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جبکہ آپ نے بہت اچھی طرح شکست دی معاویہ کی سلطنت کا ستیاناس ہو گیا، تمام حالات ابتک اور ابھی تک[3]۔

امام خمینیؒ کی داخلی سیاست اور آپ کی پاکیزہ تحریک کربلا کی تحریک کے تناظر میں:

عصر حاضر میں امام خمینیؒ کو حق کے واصل، سالک اور اس کا مکمل مصداق جانا جا سکتا ہے کہ آپ یقین اور معرفت کے آخری درجات پر فائز ہوئے اور راہ دیگر کے سالکوں حقیقت کے کوچہ میں قیام کرنے والوں کی طرح مادہ اور طبیعت سے ماوراء عالم ہستی کی طرف نظر ڈالی ہے عرفاء بے مثال جمال کے عاشق ہے اور اس کے ماسوا سے جدا ہو کر حق الیقین کی بلند و بالا چوٹی تک پہونچے ہیں۔ امام باقرؑ نے فرمایا: ایمان اسلام سے ایک درجہ بالاتر ہے اور تقوی ایمان سے ایک درجہ بالاتر ہے یقین تقوی سے ایک درجہ بالاتر ہے لوگوں کے درمیان یقین سے کمتر کوئی چیز تقسیم نہیں ہوئی ہے۔

راوی نے سوال کیا: یقین کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: "التوکل علی اللہ و التسلیم اللہ و الرضا بقضاء اللہ و

---

[1]۔ بحار الانوار، ۴۴، ص ۳۸۷۔

[2]۔ ارشاد شیخ مفید، ص ۱۱۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۵۰، ۴۶، ۱۲۔

[3]۔ کوثر، ج ۲، ص ۴۶۸۔

التفویض الی اللہ"۔ یقین کی حقیقت اللہ پر بھروسہ، اس کی ذات کے سامنے سراپا تسلیم ہونا اور اللہ کی قضا و قدر پر راضی ہونا اور اپنے تمام کاموں کو خدا کے حوالے کرنا ہے۔[1]

یقین کے مرحلے:

علم الیقین: یہ ہے کہ انسان دلیل کے ساتھ کسی چیز پر ایمان لائے اس شخص کی طرح جو آگ کو دیکھ کر اس کے وجود پر یقین رکھتا ہے۔

عین الیقین: وہ درجات ہیں کہ انسان مشاہدہ کے مرحلہ تک پہونچتا ہے اور اپنی آنکھ سے آگ کا مشاہدہ کرتا ہے۔

حق الیقین: اور وہ اس شخص کے مانند ہے جو آگ میں داخل ہو جائے اور اس کی حرارت کو لمس کرے اور آگ کے صفات سے متصف ہو جائے اور یہ یقین کا بالاترین مرحلہ ہے۔

محقق طوسی آیات'' کلا لو تعلمون علم الیقین، لترون الجحیم، ثم لترونها عین الیقین'' ۔(سورہ تکاثر، آیت ۵ سے ۷ تک)۔اور آیہ'' تصلیة جحیم، ان هذا لهو حق الیقین'' (سورۃ واقعہ، آیت ۹۴ اور ۹۵)۔

میں کہا ہے: آگ کی مثال میں مشاہدہ جو بھی نظر آئے وہ آگ کی روشنی کی وجہ سے عین الیقین کی منزل میں ہے۔ اور آگ کے جسم کا مشاہدہ کہ جس سے نور پھیلتا ہے خواہ کتنا ہی روشنی کے قابل ہو عین الیقین کے قائم مقام ہے۔ اور آگ کی تاثیر جس تک وہ پہونچتی ہے۔ تاکہ اس کی حقیقت کو مٹادے اور صرف آگ رہ جائے تو وہ حق الیقین ہے۔[2]

امام حسینؑ کے باطنی چہرہ اور کربلا کے قیام کی نسبت امام خمینیؒ کا نظریہ آپ کی ملوثی تقریروں میں بہت کم تلاش کیا جا سکتا ہے آپ نے اپنی بلند و بالا اور عالی شان تقریر کو اپنی کتاب مصباح الھدایہ، سر الصلاۃ (آداب الصلاۃ)، شرح دعائے سحر اور اس جیسی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ امام خمینیؒ کامل انسانوں کے بارے میں امام باقرؑ سے منقول ایک حدیث میں امام حسینؑ کے جملہ میں فرماتے ہیں:

یقینا خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کے لئے آسمانوں کے پردے اٹھا دیئے یہاں تک کہ آپ نے عرش کا مشاہدہ کیا اور خداوند عالم نے ان کی بصارت میں اضافہ کر دیا۔ اسی طرح خداوند عالم نے محمد، علی، فاطمہ، حسن و حسینؑ کی بصارت میں بھی اضافہ فرمایا اور ان ذوات مقدسہ نے عرش کا مشاہدہ کیا اور اپنے گھروں کے لئے عرش کے سوا کوئی سرپوش نہیں دیکھا، ان کے

---

[1]۔ اوصاف الاشراف، محقق طوسی، باب ۴، فصل ۵۔ تفسیر نمونہ، ذیل آیات ۶۲۵، تکاثر۔

[2]۔ وہی حوالہ۔

گھر عرش رحمٰن کی چھت رکھتے ہیں اور ملائکہ اور روح کی مداح ان کی دہلیز پر ہے اللہ کی اجازت سے من کل سلام۔[1]

اب ہم ان موارد کی یقین دہانی کرارہے ہیں کہ سید الشہداء ظاہر امر پر عمل کرنے کے علاوہ عاشوراء کی پاکیزہ تحریک کے اسرار سے بھی ہم قدم تھے:

۱۔جب امام حسینؑ نے مدینہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو تین رات رسول خدا کی قبر پر گئے اور خدا سے دوخواست کی کہ جو تیری مرضی کے مطابق ہے وہ پیش آئے، فیسری رات خواب میں دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے فرمارہے ہیں: بہت قریب میں دیکھ رہاہوں تم اپنے خون میں آلودہو اور سر زمین کربلا پر تشنہ لب شہید کئے جاو گے۔ تمہارے ماں اور باپ میرے پاس آچکے ہیں اور تم سے ملنے کے لئے بیقرار اور بے چین ہیں۔ تمہارے لئے درجات ہیں کہ وہ شہادت کے بغیر ملنے والے نہیں ہیں۔[2]

۲۔جب سید الشہداءؑ نے سفر کا قصد کیا تو (پیغمبر کی بیوی) ام سلمہ نے فرمایا: میرے بیٹے! میں نے تمہارے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: میرا بیٹا عراق کی سر زمین کربلا میں شہید کیا جائے گا۔امام حسینؑ نے فرمایا: نانی! خدا کی قسم میں جانتا ہوں (واللہ اعلم ذاک) اس کے بعد کربلا کی طرف اشارہ کیا، سارے نشیب وفراز ہموار ہوگئے اور اپنی قتل گاہ، اپنے خیمہ اور قبر کا مشاہدہ فرمایا۔ام سلمہ نے اس وقت کے ساتھ گریہ کیا۔امام حسینؑ نے اظہار کیااے نانی! خدا کی مرضی یہی ہے کہ میں مقتول اور مذبوح ہوں، البتہ یہ قتل ہونا ظلم اور دشمنی پر استوار ہے۔[3]

فن حدیث کے علماء اور دانشور نیز بڑے بڑے شناس افراد کا خیال ہے کہ یہاں پر خدا کی مشیت اور ارادہ حتمی اور تکوینی مشیت اور ارادہ نہیں ہے بلکہ تشریعی اور قانونی مشیت اور ارادہ کی قسم سے ہے۔ یہ ارادہ کہ خدا کے مقام فعل کا جز ہے، اس میں تبدیلی، تفسیر اور اس کے خلاف ہونے کا امکان ہے۔[4]

۳۔امام حسینؑ کے مدینے سے خارج ہونے کے وقت آپؑ سے فرشتوں نے مدد کی درخواست کی لیکن آپ نے ان کی درخواست قبول نہیں کی اور لشکر کوفہ کو نابود کرنے کی اجازت نہیں دی۔[5]

۴۔سید الشہداءؑ کے مکہ سے عراق کی طرف سے خروج کے وقت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر آپ کی خدمت میں

---

[1]۔ مصباح الہدایۃ، ص٧٦، امام خمینیؒ۔آداب الصلاۃ، ص٣٣١۔

[2]۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ٣٢٨۔

[3]۔ وہی حوالہ۔

[4]۔ تفسیر المیزان، بقرہ١٢٦، اسراء ١٢٣، ج١٨۔

[5]۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ٣٣٠۔

آئے اور اس وقت کے حالات کا جائزہ لے کر اظہار کیا کہ عراق کی طرف آپ کا جانا مصلحت نہیں ہے۔ امامؑ نے ان کا جواب دیا: خداوند عالم نے مجھے دستور دیا ہے لہٰذا میں اس کے مطابق اقدام کروں گا۔[1]

۵۔ جب امام حسینؑ مکہ سے نکل گئے تو حضرت زینب کے شوہر عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، عمرو بن سعید (اس شخص کے پاس جو یزید کی طرف سے امیر الحاج کے عنوان سے منتخب ہوا تھا اور در حقیقت وہ حسینؑ کے قتل کا درپے تھا۔ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ امام حسینؑ کے لئے امان نامہ لکھ دے: عمرو بن سعید نے بھی ایک امان نامہ لکھ دیا اور امامؑ سے مال، صلہ اور جانی حفاظت کا وعدہ دیا، اس نے یہ خط یحییٰ بن سعید اور عبداللہ بن جعفر کے ہاتھ میں دیا کہ اسے حسینؑ کے پاس پہونچا دو۔ ان لوگوں نے امام حسینؑ کو یہ خط رد کر دیا اور واپس ہونے کے لئے اصرار کیا۔ امامؑ خط کے مضمون پڑھنے کے بعد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے مجھے عراق کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا: وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا: میں نے ابتک اسے کسی سے بیان نہیں کیا ہے اور نہ بیان کروں گا جب تک کہ خدا سے ملاقات نہ کر لوں۔ جب عبداللہ بن جعفر امام حسینؑ کو واپس لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ نے اپنے دو بیٹوں عون و محمد کو آپ کے ہمراہ مکہ واپس آ گئے۔[2]

۶۔ جب امام حسینؑ نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: اس خدا کی حمد کہ وہی ہوگا جو اس کی مرضی ہو گئی، کسی کے پاس کچھ کرنے صلاحیت نہیں ہے جز اس کی مدد کے، خدا کا درود و سلام ہو اس کے رسول پر، اولاد آدم کے موت جوان لڑکیوں کی گردن میں گردن بند کی طرح ہے۔ اور کتنا دشوار ہے کہ میں اپنے اسلاف کا متمنی ہوں اسی طرح کہ یعقوب یوسف کے مشتاق تھے۔ اور میرے لئے ایک زمین انتخاب ہو چکی ہے کہ میرا جسم اس میں ڈال دیا جائے لہٰذا مجھے اس زمین تک جانا چاہیے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگلوں کے بھیڑیے میرے جسم کے جوڑ جوڑ کو جدا کر رہے ہیں پھر نواویس اور کربلا کے درمیان ایک سرزمین پر (نواویس نصاری کا قبرستان تھا اور اس وقت وہاں حر بن یزید ریاحی کا مزار ہے) اس کے بعد بھوکے اور خالی شکم افراد اس سے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں پس اس سے فرار نہیں ہے اس دن سے جس دن قلم قضا سے لکھ دیا گیا ہو۔ جو خدا کی مرضی ہو وہی ہم خاندان رسالت کی مرضی ہے اور اس کی آزمائش پر صبر کریں گے وہ صابروں کو پورے طور سے اجر عطا کرے۔[3]

۷۔ جب کاروان حسینی سرزمین کربلا پر پہونچا، امام شہیداں نے فرمایا: کیا یہ سرزمین کربلا ہے؟ سب نے کہا: ہاں، آپ نے

---

[1]۔ وہی حوالہ، ص ۳۶۴۔

[2]۔ ارشاد شیخ مفید، ص ۶۹۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۶۶۔

[3]۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۶۶۔ نفس المفہوم، حاج شیخ عباس قمی۔

فرمایا: یہی ہماری منزل اور وہ سر زمین ہے جہاں ہمرے مرد شہید ہونگے اور ان کا خون بہے گا۔[1]

۸۔ابن شہر آشوب نے کہاہے: شب عاشور سحر کے وقت امام حسینؑ کی آنکھ لگ گئی اور جب آپؑ بیدار ہوئے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں نے اس وقت کیا خواب دیکھا ہے؟

سب نے کہا: اے فرزند رسول! آپ نے کیا دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کتے مجھ پر حملہ کر رہے ہیں تاکہ اپنے دانتوں میں مجھے دبوچ لیں ان کے درمیان ایک سفید داغ والا کتا ہے کہ وہ دیگر کتوں سے زیادہ حملہ کر رہا ہے۔اور میرا خیال ہے کہ ان کے درمیان جو میرا قاتل ہوگا وہ ابرص مرد ہوگا (وہ شخص کہ جس کے جسم کی جلد پر سفید داغ ہوگا) اس کے بعد میں نے اپنے جد رسول خدا (ص) کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ دیکھا کہ آپ (ص) فرمارہے ہیں۔ میرے بیٹا تم آل محمد کے شہید ہو اور آسمانوں اور ملکوت اعلی والوں تم پر خوش ہیں۔ کل رات افطار کے وقت تم میرے پاس ہوگئے۔ جلدی کرو اور اس میں تاخیر نہ کرو، یہ فرشتہ آیا ہے تاکہ تمہارا خون ایک سبز شیشہ میں رکھے۔ یہ تھا جد میں نے خواب دیکھا ہے اللہ تعالی کی مشیت اسی طرح ہے۔ اور اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت نزدیک ہو چکا ہے۔[2]

۹۔ سید الشہداؑ نے روز عاشور عمر سعد سے کہا کہ یہ عہد (حق تعالی کے نزدیک) اسی طرح ہے کہ تو میرے مرنے کے بعد اچھی اور خوش حال زندگی سے محروم رہے گا، میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ میں تیرا سر نصب کیا ہوا ہے اور بچے اسے اپنے پتھروں کا نشانہ بنارہے ہیں۔[3]

۱۰۔امام جعفر صادقؑ نے اپنے والد گرامی امام باقرؑ سے نقل فرمایا ہے۔ جب امام حسینؑ اور عمر سعد آمنے سامنے ہوئے اور جنگ کی آگ بھڑکی تو فتح و کامیابی نے اپنے پروں سے امام حسینؑ کا سایہ کیا اور امامؑ دشمن پر کامیابی اور خدا سے ملاقات کرنے کے درمیان مخیّر ہوئے تو امام نے خدا کی ملاقات کا انتخاب کیا۔[4]

۱۱۔امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کے عرفانی حالات حیرت انگیز ہیں ان لوگوں نے پوری رات نماز، دعا، تہجد، استغفار اور گریہ وزاری میں بسر کی۔

''و رجع (علیه السلام) الی مکانه فقام لیلة کلها یصلی و ستغفر و یدعو و ینضرع و قام

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۸۳۔

[2] ۔ وہی، ج ۴۵، ص ۳۔ مناقب شہر آشوب۔

[3] ۔ وہی، ص ۱۰۔

[4] ۔ وہی، ۴۵، ص ۱۲۔

اصحابه کذلک یصلون و یدعون و یستغفرون''۔[1]

۱۲۔ شیخ مفید رح کی نقل کے مطابق (جب امام حسینؑ) نے خدا حافظی کرتے وقت اپنے ۶ ماہ کے شیر خوار بچہ کا بوسہ لے رہے تھے تو حرملہ نے ایک تیر چلایا اور بچہ کو شہید کر دیا حسینؑ نے ان کا خون اپنی ہتھیلی میں لیکر ہوا میں اڑا دیا۔ امام باقر فرماتے ہیں: اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہ آیا۔[2]

۱۳۔ آسمان کی طرف خون پھینکنے اور اس کے ایک قطرہ کا بھی زمین کی طرف لوٹ کر نہ آنے کا واقعہ خود ایام حسینؑ کے لئے عاشوراء کی ظہر کے بعد تکرار ہوا ہے۔ راوی کہتا ہے: امام حسینؑ جب جنگ کرتے کرتے جھک گئے تو کچھ دیر کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپ کی پیشانی مبارک پر ایک پتھر آ کر لگا اور جب امام حسینؑ نے اپنے لباس سے پیشانی کا خون صاف کرنا چاہا تو آپ کے قلب مبارک میں تیر سہ شعبہ آ کر لگا تو اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا: بسم الله و بالله و علی ملة رسول الله۔ اس کے بعد آسمانی کی طرف سر اٹھا کر کہا: خدایا: تو جانتا ہے کہ ان لوگوں نے اسے شہید کیا ہے جس کے علاوہ روئے زمین پر پیغمبر کا کوئی فرزند نہیں ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے سر کے پیچھے سے تیر نکالا سینہ مبارک سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ آپ نے زخم پر ہاتھ رکھا اور ایک مٹھی خون آسمان کی جانب پھینکا تو اس کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف لوٹ کر نہ آیا۔ اس کے بعد دوسری ہتھیلی کو خون آسمان کی جانب پھینکا تو اس کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف لوٹ کر نہ آیا۔ اس کے بعد دوسری ہتھیلی کو خون سے پر کیا اور اپنے سر اور چہرہ پر مل لیا اور فرمایا: میں اپنے جد سے خونی خضاب کئے ہوئے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔[3]

۱۴۔ وہ مسائل جن کا تصور دیکھے اور مشاہدہ کئے بغیر مشکل اور ناممکن ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ظل عرش: امام حسینؑ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں اپنے زائرین اور گریہ کرنے والوں کے ساتھ ایک مجلس منعقد کریں گے اور گفتگو کریں گے۔ جنت کی حوریں انہیں جنت میں آنے کا پیغام دیں گی کہ جنت میں تشریف لائیے ہم لوگ آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں تو وہ لوگ آپ کی گفتگو کو جنت میں جانے پر ترجیح دیں گے اور جنت میں جانے سے انکار کریں گے۔[4]

عین عرش: عرش کے داہنی طرف، امام حسینؑ کا عالم برزخ میں مقام اور منزل ہے۔ آپ مقام شہادت اور اپنے زائروں اور رونے والوں کی طرف نظر کریں گے اور ان کے لئے عفو و بخش کریں گے۔ امام حسینؑ کہتے ہیں: اگر ہمارے زائرین کو معلوم ہوتا کہ خداوند عالم نے میری زیارت کرنے پر ان کے لئے کیا اجر و ثواب رکھا ہے تو ان کی خوشی اور سرور و شادمانی ان کی گریہ و

---

[1]۔ ارشاد شیخ مفید، ص ۹۴

[2]۔ بحار، ۴۵، ص ۴۶ کے بعد۔

[3]۔ وہی حوالہ، ص ۵۷، مناقب و لہوف سے۔

[4]۔ وہی، ص ۲۰۷، ترجمہ خصائص حسینیہ، ص ۱۰۵۔

زاری اور تکلیف سے زیادہ ہوتی۔[1]

فوق عرش: امام رضاؑ نے فرمایا: جو شخص امام حسینؑ ان کے حق کو پہچان کو زیارت کرے تو وہ فوق عرش خدا سے گفتگو کرنے والوں میں ہوگا۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی: ان المتقین فی جنات و نھر فی مقعد صدق عند ملیک معقد۔ سورہ قمر، آیات ۵۴۔۵۵۔ بیشک پرہیزگار افراد جنتوں اور نہروں سے فیضیاب ہوں گے مقام صدق میں ملیک مقتدر کے حضور۔[2]

بنابراین عرش حسینؑ کے زائرین کی گفتگو کا مقام ہے فوق عرش وہ مقام ہے کہ خدا ان سے گفتگو کرتا ہے اور ظل عرش وہ مقام ہے جہاں امام حسینؑ اپنے زائرین سے گفتگو کریں گے۔

عرش کے سائے: خداوند عالم نے (اظلة العرش) عرش کے سائے کو امام حسینؑ سے مخصوص میا ہے: جیسا کہ ہم زیارت نامہ میں پڑھتے ہیں:

'' اشھد ان دمک سکنت فی الخلد و اقشعرت له اظلة العرش و بکی له جمیع الخلائق و بکت له السموات البدع و الارضون البدع و ما فیھن و ما بینھن ۔۔۔ اشھدانک قتیل الله و ابن قتیله و اشھد نک ثار الله و ابن ثاره''۔

میں گواہی دیتا ہوں آپ کا خون دار آخرت میں ساکن ہو گیا اور عرش کے سائے لرزنے لگے اور ان کے لئے تمام مخلوقات نے گریہ کیا اور ساتوں آسمان اور زمین کے ساتھ طبقوں اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے سب نے حسین پر گریہ کیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قتیل اللہ اور قتیل اللہ کے فرزند ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کا جوش مارنے والے خون کے فرزند ہیں۔[3]

بحارالانوار (ج ۴۳، ص ۲۷۵) میں روایت کی گئی ہے کہ خداوند عالم نے امام حسینؑ کو عرش عطا میا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ذات اقدس نے آپؑ اور آپ کے بھائی امام حسن مجتبی کو عرش کی زینت سے مکمل ہوتی ہے پھر عرش گویا ہو کر کہے گا میں حسینؑ سے ہوں۔

امام حسینؑ کے بارے میں جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ ایسے مسائل نہیں ہیں کہ دل مشہور اور وجدان و ضمیر سے دیکھیے اور ادراک کئے جائیں جب کہ راغہ نے مفردات راغب میں عرش کے ظاہری معنی بیان کرنے کے بعد کہا ہے: رہا عرش خدا تو وہ ایک ایسی چیز ہے کہ بشر اس کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے۔

صرف اس کا نام جانتا ہے ۔۔۔ اور عوام نے اپنے تصورات اور خیالات کی بنا پر ان کے بارے میں جو باتیں کہی ہیں وہ صحیح

[1] ۔ وہی، ج ۴۴، ص ۲۸۱۔

[2] ۔ کامل الزیارات، ص ۲۶۵، تصحیح امینی۔

[3] ۔ بحار، ج ۹۸، ص ۱۵۲۔

نہیں ہیں، کیونکہ اگر وہم اس کا ادراک کر سکے گی تو اس کا حامل بھی کر سکتا ہے اور خدا اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ ہمارے ایام اس کے عرش کے حامل ہوں۔ تفسیر المیزان، سورہ اعراف کی آیت ۵۴ کے ذیل ہیں)۔

علامہ طباطبائی (قدس سرہ) روایات سے استفادہ کرتے ہوئے عرش کو خداوند عالم کے اپنے ملک پر تسلط جانتے ہوئے کہتے ہیں: عرش وہ مقام ہے جہاں تمام حوادث و اسباب کی بھاگ دوڑ اور علتوں کا سلسلہ جہاں تمام ہوتا ہے۔ اور عالم موجودات کی صورتیں کہ خدا کی تدبیر کا مقام ہے اور تمام موجودات کو اپنے اندر جگہ دے رکھی ہے اسی طرح مقام علم بھی ہے اور جب ایسا ہے تو عالم کے وجود سے پہلے اور اس کے وجود کے وقت اور مخلوقات کے پروردگار کی طرف پلٹنے کے وقت بھی محفوظ ہے۔

امیر المومنینؑ نے جاثلیق سے فرمایا: خداوند عالم نے عرش کو چار (سرخ، سبز، زرد اور سفید) نور سے خلق فرمایا اور عرش سے مراد وہ علم ہے جسے خداوند عالم نے حاملین عرش کو عطا کیا ہے اور وہ اس کے نور عظمت سے ماخوذ ایک نور ہے پس اس نے اپنی عظمت اور اپنے نور سے مومنین کو آنکھ عطا کی ہے اور اس کی عظمت اور اس کے نور سے نادان اور جاہل لوگ اسے دشمن رکھتے ہیں اور اس کی عظمت اور اس کے نور سے آسمان اور زمین کی ساری کوجودات اس کی طرف راہ تلاش کر رہی ہیں۔ اور راہ کو تلاش کرنے کے لئے مختلف کاموں میں لگی ہوئی ہیں اور گوناگوں ادیان ایجاد کر دیا ہے، پس ساری موجودات وہ اسباب ہیں جنھیں خداوند عالم اپنے نور اپنی عظمت اور قدرت سے حمل کرتا ہے وہ خود اپنے نفع، نقصان، موت، زندگی اور حشر و نشر حاصل کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ ہاں ہر چیز خدا کی محمول ہے۔

خداوند عالم ہی ہے کہ اس نے زمین کو زائل اور برباد ہونے سے محفوظ رکھا ہے اور ان پر احاطہ رکھتا ہے وہی ہر چیز گی حیات اور اس کا نور ہے۔ علامہ طباطبائی رح نے اضافہ کیا ہے:

علم سے مراد خداوند عالم کا وہی کوجودہ علم ہے اور خدا کے تمام موجودات کے بارے میں علم فعلی سے مراد یہ ہے کہ ساری چیز خدا کے نزدیک حاضر ہے اور اس کا وجود خدا سے غائب نہیں ہے۔

الہام عرشی:

امام خمینیؒ الہام عرشی کے عنوان کے ذیل میں اپنی کتاب آداب الصلوۃ ص ۲۷۳ میں فرماتے ہیں: جان لو کہ عرش اور اس کے حاملین کے باب میں اختلافات ہیں اور اخبار شریفہ کے ظواہر میں بھی اختلاف ہے۔ اگرچہ باطن کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں ہے؛ کیونکہ عرفانی اور برھانی طریق کے لحاظ سے عرش بہت سارے معانی پر بولا جاتا ہے... کبھی اس کا علم پر اطلاق ہوا ہے کہ شاید علم سے مراد حق کا علم فعلی ہو کہ ولایت کبری کا مقام ہے اور اس کے حاملین چار کامل اولیاء ہیں گزشتہ امتوں میں نوحؑ،

ابراھیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور چار کامل افراد اس امت میں ہیں: رسول ختمی مرتبتؐ، امیر المومنینؑ، حسنؑ و حسینؑ)...۔

ولایت کبری:

امام خمینی فرماتے ہیں: اللہ کی ذات اور اس کی حقیقت کا کسی بھی آئینہ میں ظاہر ہونا ممکن نہیں ہے؛ کیونکہ آئینے ناقص ہیں، بنابراین وہ حقیقت ھمہ وقت عالم باطن میں ہے اس پر مقام اسم یا باطن غالب ہے کبھی ظاہر نہیں ہوگا، بلکہ وہ صرف اور صرف اسماء اور صفات کے پردہ میں ظاہر ہوتا ہے...حضرۃ الذات و الغیب الاحدیۃ غیر المتجلیۃ فی موات من المرائی۔[1]

لہٰذا مقام ذات مطلق اس کے ادراک کرنے کی کسی میں صلاحیت و توانائی نہیں ہے؛ کیونکہ وہاں پر سارے اسمائی اور صفاتی تعینات تعین سے جدا ہوکر جمع ہیں ابن ترکہ نے بھی کہا ہے: حق تعالی اخلاق ذاتی کے مقام میں کسی تعین سے متعین نہیں ہے۔

اور اس مطلب کی طرف اشارہ کیا جہاں پر فرمایا ہے: '' یحذرکم اللہ نفسہ و اللہ روف بالعباد ''(آل عمران، آیت ۳۰)۔

اور حافظ کے شعر کے مطابق:

عنقا شکار کس نشود دام باز چیین   کانجا ہمیشہ باد بہ دست است دارم را

لیکن حقیقت حقیقت ولایت کبری کو ظہور کرنا چاہئے اور یخ مخفی خزانہ۔۔۔ پہچانا چاہئے۔ اس لحاظ سے حق تعالی نے اسے اسم اعظم اور فیض اقدس کی تجلی کے عنوان سے اسماء اور صفات کے لباس میں عالم ظہور تک پہونچا۔ اسم اعظم اللہ ظاہر ہوا اور تمام اسماء اور صفات کا جامع ہویدا ہوا اسم اعظم اللہ مظاہر اور جلوہ گاہوں میں جاری و ساری ہوا اور مقام رحمانیت کے عنوان سے جلوہ گر ہوا۔ نتیجتاً سارے اسماء مقام جمع میں ھویت غیبی احدی کے ساتھ متحد ہیں اور دو مقام میں اسماء و صفات (مقام تفضیل) میں متکثر ہیں۔ قرآن نے اس حقیقت کو مقام ہویت سے شروع کیا۔ اور مقام کثرت میں تمام کر کے فرمایا:

''ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب و الشہادۃ، ھو الرحمن الرحیم، ھو اللہ لاالہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر، سبحان اللہ عما یشرکون'' (سورہ حشر/ ۲۱کے بعد۔)[2]۔

اس بنیاد پر اسماء اور صفات کی ایجاد اور ان کا اظہار شئون الہی کی عظیم ترین چیزوں میں سے ایک ہے۔ کہ ان کی طرف غیب و شہود کے سارے تالوں کی بازگشت ہوتی ہے۔ اور جس طرح اس کی ذات لا محدود ہے اسی طرح اس کے کلمات بھی لا منتھی

---

[1]۔ تعلیقہ امام بر شرح فصوص الحکم، ص ۷۳، ۸۲۔

[2]. شرح دعائے سحر، امام خمینیؒ، ص ۱۳۴، مصباح الہدایہ، ص ۲۷، ۳۲، ۲۹۔

ہیں۔

امام امت امام خمینیؒ دعائے سحر کی شرح کے (ص ۱۲۴) پر اس بات کے پیش نظر کے ولایت مطلقہ کا کامل مظہر اور جلوہ گاہ سب سے پہلی ذات خلافت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، جو اسم اعظم اور فیض ربوبی کے عنوان سے ظاہر ہوئی اور جو کچھ پس پردہ تھی انھیں عطا کی گئی اور آپ کا نورانی وجود صفات حق تعالی کا مکمل آئینہ ہے، فرماتے ہیں: وہ مقدس وجود ایک طرف سے تمام اسماء اور صفات کا مکمل آئینہ ہے اور دوسری طرف سے خود اسی امور صفات میں فانی آئینہ ہے۔ اسماء اور صفات اس وقت آئینہ میں دکھائی دیتے ہیں جب آئینہ رخ نہ پورے سر سے پیر تک اسے دکھاتا ہے اور یہاں پر اسرار پوشیدہ ہیں کہ ان کے اظہار کرنے میں مصلحت نہیں سمجھتا۔ امام خمینیؒ کا نورانی کلام ابن عربی فصوص الحکم شرح کے ساتھ میں بیان سے ماخوذ ہے۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں: وہ تمہارا آئینہ ہے تا کہ خود کو اس آئینہ میں دیکھو اوز تم اس کے آئینہ ہو گا کہ وہ اپنے اسماء صفات اور احکام کے ظہور کو تم میں مشاہدہ کرے۔

اور فروغی بسطامی کے بقول:

بالای خود در آئینہ چشم من ببین　　　تا با خبر ز عالم بالا کنم تو را۔

خلاصہ گفتگو:

اللہ کی ولایت، حقیقت محمدیہ میں ظاہر ہوئی اس کے بعد وہی ولایت مطلقہ الٰہیہ ولی اللہ کی حقیقت حضرت امیر المومنین میں نمودار ہوئی، وہ ولی اللہ، خلیفۂ رسول اللہ ہوگئے۔ اور ان کے بعد ''کل یوم هو فی شان'' کے مقتضی سے آئمہ طاہرین علیہم السلام میں ظاہر ہوئی۔ یکے بعد دیگرے حضرت حجۃ اللہ ولی عصر عجل اللہ فرجہ تک اس ولایت کا حجج اللہ اور خلفاء اللہ کے عنوان سے مظہر ہوگئے۔

یہیں سے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے: اولنا محمد، آخرنا محمد، اوسطنا محمد۔ چونکہ سارے کے سارے ایک نور ہیں۔ اس سلسلہ میں شیخ محمد رضا قمشہ ای کا تعلیقہ فص شیثی پر ص ۷، ۱۱ کے بعد ملاحظہ ہو۔ قابل ذکر ہے کہ مقالہ نگار نے امام خمینیؒ کے نظریہ سے متعلق رہبری اور ولایت کے بارے میں ایک مقالہ میں تحقیق کی اور آپ کے عرفانی نظریہ کو تحریر فرمایا ہے۔

اس بنا پر ہم نے جانا کہ حضرت سید الشہداءؑ کامل انسان، اسم اعظم، فیض اقدس، سب سے پہلے فیض ساری، عقل کل، ولی اللہ اعظم، رق منشور، خدا کا علم فعلی اور عرش شمار ہوئے ہیں اور تمام موجودات پر حاضر اور قیومی واشراف کا احاطہ رکھتے ہیں۔ وہ تمام خلائق کے وجود پر حاضر و ناظر ہیں اور اس مرحلہ میں پہونچ گئے کہ خداوند عالم آپ کے پورے وجود کو اپنا وجود کہا اور ان کے خون کو اپنا خون ثار اللہ شمار کیا اور آپ کو قتیل اللہ جانا ہے۔

ہاں حسین قتیل اللہ ہیں اور اللہ تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کا مالک ہے۔ حسینؑ اللہ کے عین عرش کی طرف راہ پا چکے ہیں

اور ابدی ہو چکے ہیں۔آپ کا پاکیزہ خون جاویدانی کے ہم آغوش ہو چکا ہے... اور اس پاکیزہ خون کا جوش مارنا، اللہ کی صراط مستقیم کی طرف راہ گشا تاریخ بشریت کے مظلوم اور ستم دیدہ رہبروں کی وجہ سے ہیں۔آپ کا قابل فخر اور گلگوں پرچم ہمیشہ لہرادیا ہے۔

اور آزادی کے طلبگاروں، دینداروں اور زمانہ کے آزادانہ فکر کرنے والوں کا پرچم ہے۔ ہستی، ذکر و فکر، خدا کی یاد میں آپ کا پیغمبرانہ قیام، تحریک اور انقلاب ''قل انما اعظکم بواحدة ان تقوموا لِلّٰہ مثنی و فرادی'' کا مکمل مصداق ہے۔

آپ نے اسلام کے لئے خطرہ محسوس کیا کہ اگر آپ کے پاس آئے یاد خدا اصحاب و انصار نہ بھی ہوتے تو تن تنہا یزیدیوں سے مردانہ جنگ کرنے جاتے اور اپنے الٰہی فریضہ کو انجام دیتے۔امام خمینیؒ نے کہ آپ اپنے جد بزرگوار امام حسینؑ کے مکتب کے پرورده تھے۔اسی راہ کو طے کیا اور فرمایا:

خداوند عالم فرماتا ہے: میں صرف ایک موعظہ رکھتا ہوں اس سے زیادہ موعظہ نہیں ہے۔'' انما اعظکم بواحدة ان تقوموا اللّٰہ''۔یہ کہ خدا کے لئے قیام کرو، جب تم دیکھو کہ خدا کا دین خطرہ میں ہے خدا کے لئے قیام کرے۔امیر المومنینؑ نے دیکھا کہ خدا کا دین خطرہ میں ہے۔خدا کے لئے قیام کرے۔امیر المومنین نے دیکھا کہ خدا کا دین خطرہ میں ہے، معاویہ دین خدا کو بر عکس کر رہا ہے تو آپ نے خدا کے لئے قیام کیا۔اسی طرح سید الشہداء نے خدا کے لئے قیام کیا یہ ایک ایسی بات ہے کہ ایک وقت کے لئے نہیں ہے خدا کا موعظہ دائمی نہیں ہے۔جب دیکھو کہ اسلام کے خلاف اسلامی اور الٰہی اور انسانی حکومت کے خلاف کے قیام کرنا چاہیں، اسلام کے مسائل کو الٹا پیش کرنا چاہیں اور اسلام کے نام پر اسلام کو کچلنا چاہیں تو یہاں پر اللہ قیام کرنا چاہئے اور اس بات سے خوف نہ کھاو کہ نہیں کر سکیں گے۔شاید ناکام ہو جائیں، اس میں شکست نہیں ہے۔خدا کے لئے قیام کرو، خدا کے لئے تحریک چلائی سید الشہداءؑ شہید ہو گئے لیکن شکست نہیں کھائی[1]۔

عاشورا کے آینہ میں اپنی تفکر کے احیاء میں امام خمینی (رح) کا کردار:

عظیم الشان رہبر امام خمینیؒ نے ہمارے عاشورا کو زندہ کر دیا اور حسین بن علیؑ کو تاریخ کے تاریک زاویوں سے کہ پوری صدیوں میں نامناسب اور ناروا حرکتوں نے آپ کے درخشاں اور نورانی چہرہ کو تاریک بادلوں کے پیچھے چھپادیا تھا، کو میدان میں وارد کر دیا"[2]۔

"جو زمانہ گزر گیا کہ استعمال کی چالوں میں نجات بخش مکتب اسلام نابود ہو رہا تھا اور اس زمانہ میں کہ گھٹن اور دباو اپنی آخری حد کو پہونچ چکا تھا اور اس امت کے بہترین فرزندوں کو لقمہ اجل بنا رہا تھا امام حسینؑ کی طرح اوہام کے پردوں کو چاک کر دیا اور

---

[1]۔ بر گزیدہ ای از اندیشہ و آراء امام خمینی، ص ۱۴۱، ۴۳۴ اور اس کے بعد۔

[2]۔ مورخہ ۲۶، ۳، ۵۹ کو حجۃ الاسلام ڈاکٹر محمد جواد باہنر کی تقدیر سے اقتباس، روز نامہ رسالت/۱۱، ۶۹، ۲۹ ص ۴۔

جہالت اور ظلم کی ظلمتوں کا پردہ اٹھادیا اور حق کے حسین چہرہ کو آشکار کر دیا، انہوں نے یزدانی توانائی اور اپنے خدائی ہاتھ سے ظلم وستم کی طاقت کے بتوں کو توڑ دیا۔

وہ ایسے حسینی تھے کہ جنھوں نے میدان کربلا میں عشق کی آرائش کی اور عاشورا کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا ایسا آہنی اور پہاڑ کی مانند حوصلہ رکھنے ولا انسان کمر ہمت باندھا اور اپنی مراد و معلم امام حسینؑ کی طرح ظلم وستم کی سامنے سر نہیں جھکا یا اور بے شمار حسینیوں کو قربانی کا درس دیا ایسا معلم کہ حق کے باطل سے ٹکرانے کے محاذ پر اور شہادت کے وقت حسینؑ کا نام لیا آپ کا آخری جملہ حسین تھا نہ باپ اور ماں؛ اس لے کہ آپ مکتب حسینؑ کے شاگرد تھے ان کا آخری پیغام امامت اور آپؐ کی حمایت تھا۔

بے شک امام نے کیا کیا تھا؟ امام خمینیؒ پہلے وہ شخص تھے جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کی تعلیمات کو اپنے وجود میں عملی کیا تھا اس کے بعد اس کا دوسروں کو درس دیا۔ اگر "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہتے تھے تو آپ خود عقدہ رکھتے تھے کہ خدا کی طرف سے ہیں، انہوں نے خدا کو دل کی آنکھو سے دیکھا تھا، جس طرح حسینؑ نے دیکھا تھا، انہوں نے خدا کو دل کی آنکھو سے مشاہدہ کیا تھا وہ ایسے شخص تھے جس نے مولا علیؑ اور آپ کے فرزند حسینؑ کی پیروی دنوں میں شیر کی طرح ہر ظلم وستم کے خلاف غراتے تھے اور راتوں کو محراب عبادت میں شدید گریہ وزاری بیہوش ہو جاتے تھے امام خمینی امام حسینؑ کی طرح اپنی کو میدان بہ میدان اور گام بہ گام بڑھاتے رہے ہمارے جوان نے اپنی آنکھ سے ہاتھ دھو دیا، لیکن کہتے رہے: "اس خدا کا شکر کہ اس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ میں نے اپنے آنکھ خمینیؒ کی راہ میں قربان کرائے" یا ہیروں کے گنوادینے کے بعد کہتے تھے "کاش میرے پاس دوسرا ہیر ہوتا تو میں اسے بھی ان کی راہ میں قربان کر دیتا کیونکہ اس نے حسینؑ کی شکل میں دیکھ رہا تھا۔

ہم اب والا مقام شہید استاد مرتضی مطہری کا امام خمینیؒ کے بارے میں کلام نقل کر رہے ہیں اچانک کڑکتی ہوئی بجلی کفر وجہالت کی آسمان پر چمکی اور اس نے ظم وفساد کی جڑ کو خاکستر بنا دیا اور پوری دنیا کے کمزور طبقوں کی تاریک رات روز روشن کی طرح ہو گئی۔ اور اس کے درمیان حسینی خاندان سے ایک فرزند یعنی بت شکن نے ظہور کیا اور اس نے اپنے قیام سے تاریخ کے فرعونوں کو اس طرح لرزہ بر اندام کر دیا کہ کسی طاقوت میں اس سے مقابلہ کی تاب نہیں رہ گئی۔ اس وقت ایک آواز لگائی "اے عزیز جوانوں کہ میری امید تم سے وابستہ ہے، تم لوگ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں اسلحہ لو اور اپنی حیثیت، عزت اور آبرو کا اس طرح دفاع کرو کہ دشمنوں سے ہر قسم کے تفکر کی طاقت اور صلاحیت چھین لو۔۔۔"[1]۔

امام خمینیؒ نے حسین بن علیؑ کے مکتب میں درس پڑھا تھا اور اس طرح آپ نے امام حسینؑ کی اخلاقی فضیلت نمایاں کی اور ان کے نام، عظمت وبزرگی کے ساتھ پوری تاریخ میں عظیم عوامی قابل فخر انقلاب بر پا کیا، انہوں نے فقر کے سر زمیں پر تحریک

---

[1]۔ شہید ابوالقاسم جوادی پاسدار، تاریخ شہادت ۶۰، ۲، ۸، صبح آدادگان، ۳۰، ۶۱۵۔

چلائی اور اپنے اس عظیم معجزہ سے انسان کو زندہ کیا۔

امام خمینیؒ عیسائی تھے کی مردوں کو زندہ کیا وہ موسوی تھے کہ معجزہ کیا اور انقلاب اسلامی کی عظیم رہبر آیت اللہ خامنہ ای کی بقول: "وہ ایسے روح اللہ تھے کہ موسوی عصا اور ید بیضا اور بیان وفرمان مصطفوی سے مظلوموں کی نجات کے لے کمر بستہ ہوئے، سب سے پہلے اپنے زمانہ کی فرعونوں کو لرزا یا اور غریبوں کے دلوں کو امید کے نور سے روشن کیا انہوں نے انسانوں کو کرامت، مومنین کو عزت، مسلمانوں کو عزت اور شوکت، بے روح اور مادی دنیا کو روحانیت اور عالم اسلامکو حرکت اور اللہ کی را میں مقابلہ اور جہاد کرنے والوں کو شہامت اور شہادت عطا کی، انہوں نے بتوں کو توڑا اور شرک آلود عقائد کا خاتمہ کیا۔

"اس (امام خمینیؒ) نے واضح لفظوں میں اعلان کیا، صرف اور صرف تمہاری نجات کے لئے اسلام ہے انہوں نے اسلامی جہاد کا ذکر کیا، امر بالمعروف اور نہی از منکر کو پیش کیا، نوعی اور دینی باالاخر شہیدوں کی اجر وثواب کا ذکر کیا۔ اور لوگوں کے ذہنوں میں اما حسینؑ کے انصار کے زمرہ میں ہونے کی آرزو پیدا کی اور اس کی ہر صبح وشام تکرار کرتے تھے "یا لیتی کنت معکم فافوز فوزا عظیما" اجانک خود کو ایک میدان میں دیکھا اس طرح سے جیسے ہو بہو حسینؑ کو دیکھ رہے ہوں"۔

انبیاء، زندہ کرنے والے ہیں جو پوری تاریخ میں انسان کو روح عطا کرتے تھے اور دیگر زندہ کرنے والے ان کے بعد آتے رہے، پوری تاریخ میں دین کے بارے میں بہت کوشش ہوتے ہے اور اس سلسلہ میں کافی بحثیں اور باتیں ہوئی ہیں لیکن دین کے سلسلہ میں ہر جدوجہد اور تلاش و کوشش کو زندہ کرنے والی شمار نہیں کرنا چاہیۓ۔

امام خمینیؒ کے توسط ایران میں زندہ کرنے والی نظر میں اور پوری تاریخ میں احیاء کرنے والی کوششوں کے اقسام میں فرق کی بنا پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ امام خمینیؒ کا کام دیگر احیا کرنے والوں کی ساری کوششوں کا نتیجہ اور فکر سے عمل کے فرحلہ میں لانا اور مثبت افکار پر عمل کرنا تھا۔ انہوں نے نظریاتی منصوبوں کو جو برسوں سے لوگوں کے ذہنوں میں پائے جارہے تھے اس کو حقیقی بنادیا اور اس میں روح اور جان ڈال دی اور ایک حملہ میں امام خمینی نے اسلام کو عملی جامہ پہنایا، امام خمینی عاشورا کو زندہ کرنے والے انسان تھے اور رہبر انقلاب آیت اللہ خامنہ ای کے بقول: "یہ انقلاب امام خمینیؒ کے نام کی بغیر دنیا کے کسی گوشہ میں غیر معروف ہے "امام کی نام کے بعیر یہ انقلاب اس جسم کی طرح رہ جائے گا جس میں کوئی حس وحرکت نہ ہو امام اس انقلاب کے بارہاں اور ایک عبارت میں اس کشتی کے قطب نما تھے۔ آیۃاللہ خامنہ ای اس بات پر تاکید کرتے ہوئے کہ دنیا میں جمہوری اسلامی نظام کی عظمت وشان ہمیشہ امام کے نام اور آپ کی یار سے پیدا ہو گی ف فرمانے ہیں: دنیا میں جمہوری اسلامی کی عظمت واہمیت ہمیشہ امام کے نام سے ذکر ہوتی رہی ہے اور ہمارے دوست اور دشمن دونوں نے اپنی رفتا اور اپنے عمل میں اس بات کا بار بار مظاہر کیا ہے"۔

امام خمینیؒ نے دین کو استوار امر بالمعروف او ور نہی از منکر، وحدت ایجاد اور اسلامی معاشروں میں اتحاد اور یکجہتی ایجاد کر کے امامت اور ولایت کے بلند و بلا مقام کی منیت اور حق و حقیقت کے وفاع کے لئے قیام کر کی اپنے جد حسین بن علیؑ کے سنت اور عاشورا و دین کی شفاعت کو زندہ کیا، این کا احیاء ادراک، تفکر شہادت اور خون سے ہوتا ہے اور خون کے بعد علم آتا ہے۔ لہٰذا جب

تک انسان موت سے مانوس نہیں اس وقت اس کا علم کارساز نہیں ہو گا۔

امام حسینؑ کے زمانہ میں دین اس وجہ سے خطرہ میں تھا کہ یزید جیسا شخص بر وئے کار تھا اور جب امام حسینؑ نے یہ صورتحال دیکھی اور بنی امیہ کی بدعت ایجاد کرنا دیکھا اور احساس کیا کہ مسند خلافت پر وہ بیٹھا ہوا ہے جو اسلام کے اصول پر سوالیہ نشان بنا رہا ہے اس لے آپ نے قیام کیا۔

ہر معاشرہ میں اس بات کچھ ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جن کے پاس دوسروں کی نسبت دینی اور سیاسی شعور زیادہ ہو اور مشہور محاورہ میں کچھ لوگ بال دیکھو تو کچھ لوگ اس کے پیچ وخم کیونکہ پیچ وخم میں بہت سارے حقائق روشن ہو جائے ہیں لہٰذا امام حسینؑ معاشرہ میں ان حقائق کو دیکھ کر اصل اسلامی یعنی امر بالمعروف اور نہی از منکر کو زندہ کرنے کے لے قیام کر دیا یہی وجہ اور یہی مقصد تھا کہ آپ نے امام حسینؑ کے قیام کو اہمیت دی اور امام حسینؑ نے بھی اس کو اہمیت دی۔[۴] اب عاشورا کا سرسری جائزہ لیئے میں یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا امام حسینؑ اپنے مشن میں اپنے نانا کے دین کو زندہ کر سکے ؟

کیا ایسا ہے کہ جو شخص قتل کر دیا جائے اس نے شکست کھائی ہے ؟ کیا اختتام اور غایت کا زندہ کرنا ایک مسئلہ ہے یا ہمیشہ زندہ رہنا اور کامیابی دیکھنا ؟ کیا امام حسینؑ نے اس مسئلہ دشمنوں کے بقول زندگی کے ایک موڑ پر شکست کھائی ہے ؟ یا دین امام حسینؑ کی شہادت سے زندہ ہو گیا ؟ اور اگر امام حسینؑ قیام نہ کرتے تو دین زندہ نہ ہوتا ؟

جمہوری اسلامی ایران کے بانی امام خمینیؒ فرماتے ہیں : "یہ حسین بن علیؑ میں کہ اسلام کے آسمانی آئین کی تحفظ کرنے ، ظلم واستبداد، ڈیکیٹٹری اور قانون شکنی کے محلوں کو ڈھانے اور اس نسل پرستی کے خیالی اور ظاہری قصر کا قلع قمع کرنے کے لئے جس پر اسلام نے خط بطلان کھینچ دیا ہے ، اور دوبارہ بعض سیاسی حکام کی ہاتھوں اس کی تجدید ہوئی اور آخر بنی امیہ کے ہر جگہ تسلط کے ساتھ حق وعدالت کے اصول کا احیاء ہوا جس کے کلی طور پر نابود ہونے کا خطرہ تھا ؛ کے لئے آپ نے قیام کیا اور اسلام کے عادلانہ نظام کو باقی رکھنے اور اجتماعی عدالت کی توسیع اور اسے رائج اور عام کرنے کے لئے شہید ہو گئے ان تاریک دنوں میں ظاہری نگاہ رکھنے والے لوگ امام حسینؑ کو شکست خوردہ اور آپ کے دشمن کو غالب خیال کر رہے تھے ، لیکن بعد کے حوادث نے ثابت کیا اور بتایا کہ سید الشہداء نے شہید ہو کر سنوار دیا اور اپنے مقدس خون سے انسانوں کی راہ میں تابندہ اور خیابار چراغ روشن کر دیا اور آیندہ آنے والے نسلوں اور مسلمانوں کو قربانی ، آزادی ، شہادت ، جانبازی اور ظالم کے سامنے سر نہ جھکانے کی راہ ورسم سکھا دی۔ اور خدا اور خلق خدا کے دشمنوں کے منحوس اور ڈراونے چہرہ خوفناک نقاب ہٹا دی اور اسے زیادہ سے زیادہ رسوا کیا تا کہ مسلمانوں کو خاندان بنی امیہ کی شرمناک نسل کی حقیقت سے زیادہ باخبر ہو اور مکتب ، تحریک ، اور ۔۔۔۔ اصحاب کی مدد سے پے در پے انقلاب برپا کئے ، تحریکیں چلائیں اور بہت ہی کم مدت میں شجرہ خبیثہ کی باقی نسل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ کربلا کے عظیم شہیدوں نے تاریخ کے خیمہ میں اپنی خونی کامیابی کا ترانہ پڑھا اور عالم اسلام بلکہ آزادی کی خواہاں افراد اور دنیا کے مسلمانوں کے لئے نمونہ اور آئیڈیل بنا دیا ان کی عظیم اور باکرامت روحیں فرشتوں کے بازووں پر ابدیت اور دائمی فروغ میں حرکت آ گئیں اور تاریخ اسلام کی

پیشانی پر اپنے پاکیزہ خون سے درخشان سطریں لکھ ڈالیں کہ انقلاب کے لئے دائمی اور پرجوش ایک انقلاب ہو[1]۔

جب حضرت امام حسینؑ نے اس نازک اور حساس دور میں ملاحظہ کیا کہ اگر قیام نہیں کریں گے تو یزید اسی طرح خلافت پر باقی رہے گا اور آخر کار اسے قتل کر ڈالے گا، جیسا کہ اس نے مدینہ کی حاکم کو حکم بھی دیا تھا کہ اگر حسین بیعت نہ کریں تو انھیں شہید کر ڈالو یا جیسا کہ ان لوگوں نے مکہ میں آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ لہٰذا آپؑ نے اصلی حج کو ترک کر دیا تا کہ مسلمانوں کو یہ بتا سکیں کہ جب تک یزید مسند خلافت پر رہے گا اس وقت تک حج بھی قبول نہیں ہو گا: جہاں ہر کعبہ کی ایک جدیدیت کے عنوان سے پوجا ہو گی وہاں کعبہ کا خدا فراموش کر دیا جائے گا حج کا قبول ہونا کیسے ممکن ہے۔ لہٰذا اس اصلی فریضہ کو قربان کر دینا چاہیئے امام حسینؑ نے عرفہ سے تحریک چلائی اور اپنی اس تحریک سے دنیا کو ایک حقیقت کی تعلیم دی۔ آپ نے اپنے اس قیام سے دنیا میں ہمت اور حوصلہ کا بیج بویا اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔

استاد شہید مطہری کے بقول: ''حسین بن علیؑ نے جان کی قربانی دی کر اسلام میں تازہ روح پھونک دی اور اسلام کے دوخت کی اپنے خون سے آبیاری کی۔ ''اشهد انک قد اقمت الصلاة و آتیت الزکوة و امرت بالمعروف و نهیت عن المنکر و جاهدت فی الله حق جهاده'' ؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی، زکوۃ دی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (کے فریضہ پر) عمل کیا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور ایسا جہاد کے حق ادا کر دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حسین بن علیؑ کی شہادت اور اسلام کے زندہ ہونے اس میں تازہ جان پڑنے اور اصول و فروع کے زندہ ہونے میں کونسا رابطہ پایا جاتا ہے؟ اگر امام حسینؑ کی شہادت صرف ایک غم انگیز واقعہ ہوتا، اگر صرف ایک مصیب ہوتی اگر صرف یہ ہوتی کہ ایک ناحق خون بہایا گیا ہے با لفاظ دیگر صرف ایک شخصیت کو مجروح کیا گیا ہوتا اور وہ بہت عظیم شخصیت ہوتی تو کبھی اپنے بعد اس طرح کے آثار نہ چھوڑتی حسین بن علی کی شہادت نے عالم اسلام میں نئی جان ڈالی ہے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اسلام میں رونق آئی (اس کی کھوئی ہوئی عظمت اور۔۔۔ شوکت دوبارہ واپس آئی) سماج اور معشرہ میں یہ رش اس وجہ سے تھا کہ امام حسینؑ نے اپنی شجاعانہ تحریک سے مسلمانوں کی روح کو زندہ کر دیا" [2]۔

امام حسینؑ نے اپنی راہ میں کسی ک چوٹی خوشخبری نہیں دی بلکہ آپ نے اپنا مقصد اور بالمعروف اور نھی عن المنکر کا اجراء بیان فرمایا۔ امام خمینیؒ نے بھی چونکہ آپ کے مولا حسینؑ نے کبھی کسی کو جھوٹ نوید نہیں دی، آپ نے بھی کسی سیاسی پارٹی سے یہ نہیں کہا کہ اگر میں رہبر ہو گیا تو تم لوگ بھی کام میں لگ جاو گے۔ انہوں نے معاشرہ کی خیر و بھلائی کے لے قیام کیا اور ہمیشہ

---

[1]۔ امام خمینی رح درباره فلسطینص ۱۱۵ور۱۔

[2]۔ شہید مطہری، حماسہ حسینی ج ۱، ص ۱۶۳۔

عمومی فائدہ کو ذاتی فائدہ پر ترجیح دیا۔

امام حسینؑ شب عاشور اپنے اہل بیت اور اصحاب کو جمع کر کے فرمایا: "تم لوگ جان لو کہ میں تم سب کا شکر گدار اور ممنون ہوں، لیکن یہ جان لو کہ دشمنوں کو تم سے کوئی سر وکار نہیں ہے اگر تم جانا چاہتے ہو تو چلے جاو میں کسی کو نہیں روکوں گا۔ میں نے بھی اپنی ابنت کہ تم لوگوں نے میری بیعت کی ہے، میں تم لوگوں کی گردن سے اپنی بیعت اٹھالیتا ہوں جو جانا چاہتا ہے وہ آزاد ہے" امام خمینی نے بھی ان حالات میں جب آپ کو اگران کی حمایت کی ضرورت تھی اس وقت اعلان کیا کہ مجھے کسی خاص گروہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ عوام قیام کریں گے۔

امام خمینیؒ اگر مصالحہ اور سازش والے انسان ہوتے تو بنی صدر جو فوج کا کمانڈر تھا جبکہ آبادان، خرم شہر، قصر شیریں اور سرپل ذہاب کا دشمن نے محاصرہ کر لیا تھا معزول نہیں کرتے۔

ان حالات میں اگر امام امریکہ کو ایک "ہاں" کر دیتے تو صدام پوری عمر کے لئے پیچھے ہٹ چکا ہوتا لیکن امام نے اپنے مولا حسینؑ کی طرح قوم کو دشمن کے سامنے ذلیل نہیں کیا اور اغیار کے طاقت کے پروگرام کو اجراء، نہیں کیا اہوں نے (هيهات منا الذلة) کی نعرہ سے حسین بن علیؑ کی طرح سجود یکتا کی سوا کسی اور اکے سامنے سر نہیں جھکایا۔ اور دشمن کے سامنے ذلیل نہیں ہوئے اور ملت کی غلامی کے طومار پر دستخط نہیں کیا اور وقت کی شرمناک اور ظاہری حکومت کی تائید نہیں کی۔ اور واضح لفظوں میں کہا: "لاو الله اعطيهم بيدى اعطاء الذليل و لا اقرا قرء العبيد"[1] نہیں، خدا کی قسم میں ان ناپاک لوگوں کے ہاتھ نہیں دوں گا اور نہ غلام کی طرح اقرار کروں گا" (یعنی ان کے سامنے ہر گز تسلیم نہیں ہوں گا)۔

امام خمینیؒ نے اپنے حقیقی ناصروں کو حسین کی طرح انتخاب کیا کہ مورخین نے لکھا ہے: امام حسینؑ نے شب عاشورا ابوالفضل العباسؑ سے فرمایا: دشمن کے پاس جاکر کہو کہ آج رات ہمیں مہلت دیدیں کیونکہ امام اس رات اپنے حقیقی اصحاب اور انصار کا انتخاب کرنا چاہتے تھے کیونکہ قربان گاہ عشق میں بدون عشق نہیں جایا جا سکتا" امام حسینؑ کا ایک مقصد تھا۔ آپ کے پاس خدا تھا اور جانتے تھے کہ خدا آپ کا خون ضائع نہیں ہونے دے گا ابوسفیان کی خونخولد حکومت خیال کر رہی تھی کہ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب وانصار کو قتل کرنے اور ان پاکیزہ اور آراد مردوں کے لاشوں پر گھوڑے دوڑنے سے آیندہ نسل کے لئے کوئی نام ونشان باقی نہیں رہ جائے گا اور خاندان وحی ورسالت کی یاد ہمیشہ کے لئے لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے گی اس بات سے بے خبر کہ حسینؑ اور آپ کا خونین قیام ایک الہام بخش مکتب کی صورت میں ابدالآباد تک زندہ رہے گا اور اللہ کا یہ چراغ فرفراں کبھی خاموش نہیں ہوگا۔ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِؤُواْ نُورَ اللّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّهُ إِلاَّ أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ"[2] کفار

---

[1] ۔ ابن ایثر، الکامل، ج ۴، ص ۲۶، مطبوعہ مصر، ۱۳۰۳۔

[2] ۔ سورہ توبہ، ۳۲۔

اپنی تاریک سانس اور جاہلانہ گفتار سے نور الٰہی کو خاموش کرنا چاہئے ہیں اور خدا اسے کمال کی اعلی حد اور انتہائی ظہور تک پہونچا کے رہے گا اگرچہ کفار اس کے مخالف اور اس سے ناراض ہی کیوں نہ ہوں"۔

تاریخ انسانیت اس عظیم واقعہ کو کبھی فراموش نہیں کرے گی بلکہ امام حسینؑ کی عظمت کا جلوہ ہمیشہ ہمیشہ محرک اور سبب ہے اور حسینی انقلاب کی روشنی میں دنیا کا اصلی ترین صادق قیام ہے ہوتا رہے گا۔ اور جتنا وقت گذرتا جائے گا امام حسین کی قیادت اور رہبری میں قیام عاشورا کی عظمت اور شان و شوکت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

ابن زیاد کے دربار میں جب عبید اللہ (لع) نے جناب زینب علیا مقام سے خطاب کر کے کہا: "كيف رأيت صنع الله باخيك" تم نے اپنے بھائی کے ساتھ خدا کے کام کو کیسا پایا؟ تو جب حضرت زینت (سلام اللہ علیہا) نے محسوس کیا کہ ابن زیاد اپنی اس بات سے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب و انصار کی شہادت اور اگنی سطحی اور وقتی کامیابی کو خدا کی مشیت اور ارادہ بتارہا ہے تو آپ اٹھ کھڑی ہوئیں اور مکمل آگاہی کے ساتھ جواب دیا: "ما رأيت الا جميلا"[1] میں نے خداوند عالم کی جانب اپنے بھائی کے بارے میں اچھا اور حسینؑ دیکھا"۔ زینب کبری کا کلام اس معنی میں تھا کہ امام حسینؑ اور اصحاب و انصار خلقت کی بہترین اور خوبصورت ترین لمحوں تاریخ کے ہمیشہ کامیاب لوگوں میں سے ہوں گے اور وہ لوگ اپنے پاکیزہ اور نیک مقصد تم پہونچ چکے ہیں۔ امام خمینی کا نظریہ تھا کہ اگر ثقافت عشق میں قتل ہو جاو تو بھی کامیابی اور کامیاب ہوگئے تو بھی کامیابی اور اس تہذیب نے ہمارے انقلاب کو آگے بڑھایا اور امام حسینؑ کو تاریخ بنادیا۔

جس چیز نے امام حسینؑ کو ابدی بنا دیا ہے اور مقام انسانیت میں قرار دیا ہی وہ وہی بیناد تھی کہ آپ نے جس پر اپنے مقصد کو استوار فرمایا اور منصوبہ بندی کی تھی۔ آپ نے اپنے قیام کی نوندگی کے نورانی تاریخی صفحوں کو مسلمانوں ملتوں کے لئے ایک سرمایہ قرار دیا تھا کہ اس سی عظمت و بزرگی، جانثاری اور ظلم و ستم کے سامنے تسلیم نہ کرنے کا سبق سیکھیں اور امام حسین بن علیؑ کی طرح اپنے زمانہ کے ظالم و جابر کے مقابلہ میں قیام کریں۔

امام حسینؑ اور آگ کے باوفا اور پاکیزہ اصحاب و انصار شہید ہوگئے۔ اور ان کی عورتیں اور بچے اسیر ہوگئے تا کہ خدا کا نام باقی رہے اور انبیاء الٰہی کی زحمتیں فراموش نہ ہوں اور آپ کے بعد کی قومیں ذلت اور غلامی کا شکار نہ ہوں اور عدالت کامیاب ہو۔ ہاں، حسینؑ کا بلند و بالا مقصد یہ ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی از منکر ظلم و ستم کا مقابلہ اور اپنے زمانہ کی ظالم حکومت کے ظلم کے سامنے تسلیم نہ ہونا، حق کو زندہ کرنا، باطل کو نیست و نابود کرنا اور انسانیت کو جہالت اور نادانی، ضلالت اور گمراہی سے نجات دلانا، حسین بن علیؑ کا خون بہایا گیا تا کہ گمراہ امت بصیرت حاصل کرے اور آزادگی اور آزاد کرانے کا بہتر اور زیادہ زیادہ درس حاصل

---

[1] ۔ ناسخ التاریخ، حالات سید الشہداء، ج ۳، ص ۶۱، اور تاریخ طبری ج ۶، ص ۲۶۲۔

کرے۔

حسینیؑ تہذیب آج بھی تحریک آور اور جوش پیدا کرنے والی ہے، آج بھی افریقہ کی طرف مقتول دیتے ہیں، حسینؑ کا زمان سے نام لیتے ہیں اور استاد شہید مرتضی مطہری کے بقول:

"حسین بن علیؑ اس زمانہ میں بہت بڑا موضوع تھے کہ جو بھی ظلم کے مقابلہ میں قیام کرنا چاہتا تھا اس کا نعرہ "یا لثارات الحسین" ہوتا تھا اور آج بھی حسین بن علی ایک عظیم موضوع ہیں، امر بالمعروف اور نہی از منکر کے لئے عظیم موضوع، نماز قائم کرنے، اسلام کو زندہ کرنے اور اس لئے کہ ہمارے اندر اسلامی بلند احساسات اور جزبات زندہ ہوں"[1]۔

ہاں حسین بے مثال نمونہ ہیں اسی طرح ائمہ اطہار علیہم السلام کے بعد امام خمینیؒ نمایاں اور ممتاز شخصیت کے ساتھ بے نظیر نمونہ ہیں۔ رہبر عظیم انقلاب اسلامی آیہ اللہ خامنہ ای امام خمینی: سے متعلق اس طرح بیان فرماتے ہیں: "امام خمینیؒ اس طرح کی عظیم شخصیت تھے کہ تاریخ کے رہبروں اور عظیم شخصیتوں کے درمیان انبیاءؑ اور معصومینؑ کے علاوہ کسی اور کو ان ابعاد اور خصوصیات کے ساتھ تصور کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ نے ایمان کے طاقت کو عمل صالح کے ذریعہ اور اپنے فولادی ارادہ کو ہمت کے ذریعہ اور معنوی و روحانی پاگیزگی ہوشیاری اور چلاکی کے ذریعہ، زہد و ورع اور تقوی کو سرعت اور قاطعیت کے ساتھ، رہبری کی دھمک اور استحکام کو نرمی اور مہربانی کے ذریعہ الفرض عمدہ کمیاب اور خصلتیں موجود تھے۔ انصاف یہ ہے کہ اس واحد شخصیت اور الہی کہ حس تک رسائی ناممکن اور ان کی بلند و بالا انسانی منزلت کہ اس کا تصور ناممکن اور تاریخ ساز ہے"[2]۔

امام خمینیؒ نے حسین بن علیؑ کے قیام اور تحریک سے استفادہ کرتے ہوئے عاشورا کو زندہ کرنے والے کے عنوان سے اپنے زمانہ کے ظلم کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکا اور ظلم کا مقابلہ کرنے والے اور عدالت خواہی کے پہلوؤں کو زندہ کرنے کے لئے خالص اسلام محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کرنے میں مشغول ہوگئے اور امام حسینؑ کے قیام کے حقیقی ابعاد وجوانب کو روشن کیا۔

آپ نے عاشورا کی تہذیب اور اس سے ماخوذ دینی تفکر کو زندہ کیا اور مسلمانوں کے انراس کی اقدار کو جگہ دی۔ انہوں نے کمال تک پہونچے ہوئے ایک انسان حسین بن علی کی راہ کو زندہ و باقی رکھنے کی طرح امت کی حفاظت اور پاسداری اور شریعت اسلام کو زندہ کرنے میں عصر حاضر میں اس کے شرائط اور تقاضوں کے ساتھ سنگین ذمہ داری ادا کی ہے اور شعائر عاشورا کی تعظیم، اس کی حفاظت اور بقا، شریعت سلام کی وضاحت اور اس کو دائمی بنانے کی کافی کوشش کی ہے۔

امام حسینؑ کا مکتب ایک بہت بڑی یونیورسٹی ہے کہ اس کے شاگرد آپ کے نام کی عظمت و بزرگی بیان کر کے جوش میں آئے ہیں اور عاشور کے برحق پرچم کو لہرا کر اور اپنا خون نثار کر کے اپنی آزادی اور آزاد رائے کو ثابت کر دیتے ہیں۔ ہاں، حسینؑ

---

[1]۔ شہید مطہری، حماسہ حسینی ف ج۱، ص ۱۷۵۔

[2]۔ روزنامہ جمہوری اسلامی، ۲، ۲، ۶۸۔

کی مجاہدت کی آواز اور آپ کی قربانی قیامت تک سب کے کانوں میں گونجتی رہے گی۔

امام حسینؑ کی نمایاں اور ممتاز شخصیت اس طرح سے ہے کہ مذہبی قائدین اور دانشور حضرات اور غیر مسلم علمی اور سیاسی شخصیات حق اور عدالت کی راہ کی حمایت میں آپ اور آپ کی بے مثال قربانی کے بارے میں تعریف و توصیف کرتی ہیں اور اپ کی زندگی اور آپ کی خونین قیام کو اپنے انقلابوں اور تحریکوں کے لئے ائیڈیل اور نمونہ بنانے تے ہیں جیسا کہ ہندستان کے قائد مہاتما گاندہی نے آنحضرت کے بارے میں کہا ہے: "میں نے اسلام کے ای عظیم شہید امام حسینؑ کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا اور کربلا کے صفحات ہر کافی غور و خوض کیا اور مجھ پر روشن ہو چکا ہے کہ اگر ہندوستان ایک کامیاب ملک بننا چاہتا ہے تو اسے امام حسینؑ کی پیروی کرنا چاہئے"[1]۔

امام حسینؑ نے عشق کے ساتھ جوش پیدا کیا ہے نہ دوات اور فریب اور دھوکہ سے جبکہ یزید اور معاویہ نے اپنی دولت اور دھوکہ دہڑی سے آگے بڑھے ہیں۔ امام حسینؑ کی تہذیب عشق کی تہذیب تھی۔ اور یہ بات تھی کہ امام خمینی نے ہمارے بچوں کے اندر پیدا کر دیا تھا، جیسا کہ ارسال نوجوان کمر میں چھوٹے چوٹے بم باندھ کر ٹینکو کے نیچے چلے جاتے تھے اور عشق کے ساتھ شہید ہو جاتے تھے۔

امام خمینیؒ نے ان لوگوں کے اندر حرکت ایجاد کر دی تھی کہ شہادت کی وقت کہتے تھے "اے میرے امام کاش ایسا ہوتا کہ آپ کے عشق میں ہمیں ہزار بار قتل کیا جاتا، مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرتے اور پہر جسم کے ٹکڑوں کو جلا ڈالتے اور میری راکھ کو ہوا میں اڑا دیتے اور دوبارہ زندہ ہو جاتا اور دوبارہ میرے ساتھ ایسا ہی ہوتا"[2]۔

یہ سب اس لئے تھا کہ امام خمینیؒ امام حسینؑ کے ذکر کے سوا کچھ اور زبان پر نہیں لاتے تھے، وہ دلوں پر حکومت کر رہے تھے، جس طرح امام حسین دلوں پر حکومت کر رہے۔

شہید ناصر آشوری صادقانہ کہتے ہیں: ... میرے والدین میری انکھ ہیں لیکن امام میرا دل ہیں، بغیر آنکھ کے زندگی گزاری کر سکتی ہے لیکن دل کے بغیر کبھی نہیں۔ میں نے ولایت فقیہ کی اوامر الٰہی اور خود سازی کی بنیاد پر امام حسینؑ کی یونیورسٹی میں آنا ضروری سمجھا۔ اس یونیورسٹی میں ناظر ہمارے مولی و آقا امام زمانہ (عج) اور حسینؑ اور میرے استاد امام خمینیؒ کی شہادت کا درس نے میرا امتحان لیا اور میں اس امتحان میں کامیاب ہوا اور اب میں اپنے معبود کی بارگاہ میں جا رہا ہوں ..."[3]۔

جس پر حکومت کی جا سکتی ہے لیکن انسان کی روح کو اسیر نہیں کیا جا سکتا اور اس پر حکومت نہیں کی جا سکتی امام خمینیؒ کا اصلی اور حقیقی روح سے رابطہ اور عہد و پیمان تھا لیکن آپ نے فرش سے عرش تک کا فاصلہ طے کر لیا اور انسان کو عرش پر پہونچا دیا۔ اگر

---

[1]۔ مجلّہ نور دانش، شمارہ ۲، ۱۴ ش کتاب درسی کہ حسین بہ انسانہا آخومت، ص ۷۴۴ کے حوالہ سے۔

[2]۔ شہید ابراہیم اصغری کی وصیت نامہ سے اقتباس جمہوری اسلامی، ۲، ۱۰، ۶۷، ش۔

[3]۔ شہید ناصر آشوری کے وصیت نامہ سے اقتباس جمہوری اسلامی، ۱۴، ۳، ۶۳، ش۔

ہم شہید عرفان کی تحقیق کرنا چاہیں تو ہمیں اسے اپنے عرفاء شہیدوں کے درمیان اس کی جستجو اور تلاش کریں؛ جن لوگوں نے آنکھوں سے حضرت زہراؑ کو دیکھا ہے، جن لوگوں نے آخری لمحوں کی زیارت کی اور اس گھڑی سے معطر ہوئے میں کہتے ہیں: جب خون بہتا ہی اور خون کی بو پورے بدن کیں پھیل جاتی ہے، ایسا نہ ہو کہ فاطمہ زہرا علیہا سلام ہمارے مزار پر آئیں اور اس کی بو سے آپ کو اذیت ہو۔ وہ اس یقین کی منزل پر تھے کہ فاطمہ زہرا علیہا سلام ان کے مزار پر آئی ہیں اور یہ احساس اور حرکت امام خمینیؒ نے ہمارے فرزندوں کے اندر پیدا کیا تھا۔

شہید محمد اسمٰعیل زادہ اپنے وصیت نامہ کے بعض حصہ میں کہتے ہیں: آج اور ہر دن یہ ملک عاشورا ہے اور اس تحریک کا علمدار کہ خدا کی طرف حرکت ہے وہ خمینیؒ ہیں۔ اور انشاء اللہ خدا ہمیں اس امتحان کہ ہم خود ہی اس کے طالب ہیں، میں کامیاب اور قابل فخر بنائے گا یقینا جو خمینی کو دوست رکھتا ہے وہ حسینؑ کو دوست رکھتا تھا اور جس نے خمینی کی نصرت کی اس نے امام حسینؑ کی نصرت کی ہے۔۔"[1]۔

جن جوانوں نے اسلام کی راہ میں جان دی ہے، ان میں ہے ہر ایک دین اور اسلام کا زندہ کرنے والا تھا۔ ان پر دین سے ہٹ کر بہت کم نقصان پہونچا ہے، حس طرح عیسائیت اندر سے کمزور اور کھوکھلی ہو گئی ہے واضح ہے کہ دین کو کمزور کرنے کا سب سے بڑا سبب "انانیت" اور غرور ہے جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے، وہ انانیت جو دنیا میں نت نئے طریقوں سے پائی جارہی ہے، لیکن دل دین سے خالی ہے اور امام خمینی نے امت مسلمہ اور اسلامی ملت کے اندر اس عظیم عامل کو ختم کر دیا۔ امام خمینی نے "انانیت" میں کو "ہم" میں تبدیل کر دیا اگرچہ "ہم ہونا" انانیت سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے اور ہمیں اس راہ میں بہت ساری انانیت کو دور پھینک دینا چاہیے۔ جب امام خمینی فرماتے تھے! سید شہداء حوصلہ عطا کیا اور جوش دلایا ہے یا اگر فرماتے: ہمارا ہر دن عاشورا اور ہر زمیں کربلا ہے تو ان کے لئے فلسطین وایٹرہ، عراق اور لبنان میں کوئی فرق نہیں ہوتا، ان کے لئے اسلام کا کوئی باڈر اور اس کی کوئی حد نہیں تھی قدس بھی آپ کے وجود کا ایک جز تھا۔ امام خمینی نے بارہا اعلان کیا کہ ہم اسلام کی وجہ سے قیام کر رہے ہیں اور شہید حسین شعبانی کے بقول: "... اگر ہم تاریخ کی اوراق کو الٹیں، ہابیل و قابیل سے لیکر امام حسینؑ تک اور امام حسینؑ سے لیکر امام مہدی آخر الزمانؑ تک دو اہم چیزیں نظروں کو اپنی توجہ کا مرکز بناتی ہیں دو گروہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہابیل، قابیل کے مقابلہ میں، ابراہیم علیہ نمرود کی مقابلہ میں، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ فرعونیوں کے مقابلہ میں اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرکین کے مقابلہ میں یہ جنگ اس وقت آج تک جاری ہے، جس راہ کے سالک ہابیل اور قابیل والے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام تھے، اسی راہ کے سالک امام خمینی بھی ہیں اور ان کے مقابلہ میں امریکہ، روس، اسرائیل اور صدام وغیرہ

---

[1]۔ شہید محمد اسماعیل زادہ کے وصیت نامہ سے اقتباس روز نامہ جمہوری اسلامی، ۶۳، ۴، ۳ ش

وغیرہ ہیں۔آپ لوگ اپناراستہ انتخاب کریں یا پھر کافر ہو کر شیطان، قابیل، غرور، امریکہ اور صدام کی راہ کے پیرو بن جائیں یا پھر محمد سرخ راہ اور امام خمینی کی راہ کے سالک رہیں۔ راستہ کا پتھر نہ بنیں اس طرف اور اس طرف۔۔۔"[1]۔

امام حسینؑ اور امام خمینیؒ کے درمیان زمانہ کے لحاظ سے ۱۴ سو سال کا فاصلہ تھا، لیکن امام خمینی نے اس فاصلہ کو طے کیا کہ مولانا کے بقول: "بعد منزل بنور در سفر روحانی" امام نے عرش وفرش کے درمیان کے فاصلہ کر طے کیا ہے اور چونکہ حسینؑ نے دینی آداب ورسوم کو زندہ کیا ہے، اسلام کو زندہ کیا ہے امام حسینؑ اور امام خمینیؒ دونوں کا انقلاب دین کو زندہ کرنے کے لئے تھا، اس وقت امت کی رہبری کی ذمہ داری حسین بن علیؑ نے اپنی گردن پر لی تھی اور اس زمانہ میں امام زمانہ (عج) کے بر حق نائب امام خمینیؒ نے اپنی گردن پر لی تھی اور ایران وہی کربلا اور اسلامی انقلاب وہی حسینی انقلاب ہے کہ "کل یوم عاشورا و کل ارض کربلا"۔

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں: "امام خمینیؒ کا سب سے بڑا کا اسلام کو زندہ کرنا تھا امام خمینیؒ کا دوسرا بڑا کام مسلمانوں کے اندر روحانی عزت کا واپس کرنا ہے۔ تیسرا بڑا کام امت مسلمہ کو ادراک کرنے کا مسلمانوں میں احساس چکا یا چوتھا بڑا کام دنیا کی ناپاک ترین اور گمراہ ترین حکومت کو نیست و نابود کرنا۔ پانچواں بڑا کام اسلامی اصول ضوابط پر اسلامی حکومت قائم کرنا تھا یعنی جو چیز مسلمانوں کے ذہن میں خطور کر پائی تھی چھٹا اسلامی انقلاب سے پہلے دینا میں اسلامی تحریک ایجاد کرنا۔ ساتواں کام فقہ شیعہ میں جدید نظریہ تھا۔ آٹھوں: دنیا میں مقبول حکام کے فدی اخلاف کے باب میں غلط آداب ورسوم پر اعتقاد کا انکار اور اسے باطل وغلط ٹھہرانا تھا۔ کہ جو لوگ حکومت کے سربراہ اور معاشرہ کے لیڈر ورہنما بنتے ہیں، یہ لوگ خاص فدی اخلا کے مالک ہوں۔ نواں، ایرانی ملت کے اندر غرور اور خود اعتمادی کا جزبہ پیدا کرنا ہے۔ دسواں، نہ مشرق نہ مغرب بلکہ ایک ممکن عملی قانون اور اصل ہے۔ جبکہ دوسروں کے خیال کے مطابق ملک کا ادارہ کرنے میں یا مشرق سے وابستہ ہونا چاہئے یا مغرب سے کبھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایک ملت مشرق اور مغرب دونوں کا "انکار" کر دے گی اور ان کے مقابلہ میں ثابت قدمی کا مظاہر کرے گی اور روز افزوں اپنی طاقت اور ثابت قدمی میں اضافہ کرے گی"[2]۔

امام خمینیؒ نے اسلام کو دوبارہ طاقت کا مرکز قرار دیا اور ان کی ذریعہ کھولی گئی راہ سے جدید ہزار باب کھل گئے اور مستقبل میں بھی ہزار باب کھلیں گئے۔ جیسا کہ آج دنیا کی مسلمان امام حسینؑ کی خونین انقلاب کی بدولت اور امام خمینیؒ کے اس انقلاب کی برکت سے اپنے مسلمان ہونے پر افتخار کرتے تھے اور یہ اور رہبر انقلاب آیۃ اللہ خامنہ ای کے بیانات میں مشاہدہ ہوتا ہے آپ نے پاسداران انقلاب، اسلامی فوج کے کرنل اور کمانڈروں سے ملاقات کے موقع پر امام حسینؑ کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے

---

[1]۔ نظر آباد کرج کے ایک طالب علم شہید حسین شعبانی۔ روزنامہ جمہوری اسلامی، ۵، ۶۵، ۱۴، ش۔

[2]۔ مقام معظم رہبری جلوہ ہای نور کتاب کے ص ۲۶ کے خوالہ سے

فرمایا: "ہم اگر آج ایک نظر ڈالیں تو ساری چیز خوشخبری ہے، اگر آج بین الاقوامی سطح پر اور دنیا کے اطراف میں گوناگوں معاشروں میں اسلام کے وجود اور مسلمان ملتوں اور ان لوگوں پر جو انقلاب سے پہلے اگر مسلمان بھی تھے یا مسلمان ہونے کی طرف متوجہ نہیں تھے یا اگر متوجہ تھے لیکن مسلمان ہونے پر افتخار نہیں کرتے تھے یا اگر احساس رکھتے بھی تھے تو کسر نفسی اور تواضع کرتے تھے پر ہم نظر دوڑائیں تو آج ہم ملاحظہ کریں گے کہ وہ لوگ مسلمان ہونے پر افتخار کرتے ہیں وہ بھی نہ صرف عالم ذہن اور باطل احساسات کے عنوان سے بلکہ ایسا افتخار جس کے آثار ان کی زندگی میں کھائی دے رہے ہیں۔ وہ لوگ آج رہے استقلال اور اپنے امور میں تسلط اور اسلام کی حاکمیت کی دعویدار ہیں جس کے نمونے بوسنی ہرزگویں چیچنستان اور افریقہ کے مختلف علاقوں ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ بین الاقوامی منظر ہے اور یہ سب مژدہ ہے، یہ سب الام کی جانب سے ایک عظیم ہر کی علامت ہیں ایک عاشقانہ اور خونین مجاہدت سے کہ ایسی چیز بھی آپ کے ذریعہ یعنی اس عظیم قوم کے ذریعہ وجود میں آئی اور ہر قوم و ملت کے لئے سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ ان کی راہ اجنبی اور نا معلوم نہ رہ جائے اور اس کا سلسلہ جاری رہے یہ سب بڑی کامیابی ہے "[1]۔

ہاں، ایسا تھا کہ امام حسین خمینیؒ نے عاشورا کی ثقافت کو زندہ کیا اور شہید ڈاکٹر محمد جواد باہنر کے بقول: " عالیقدر قائد امام خمینیؒ نے ہمارے عشورا کو زندہ کر دیا اور حسین بن علیؑ کو تاریخ کے اس تاریک زاویہ سے جس نے آپ کے تابندہ رخ پر پوری صدی میں گرد و غبار ڈال دیا تھا اور سیاہ بادلوں کی آڑ میں چھپا دیا تھا کو رینا کے سامنے پھر سے پیش کر دیا۔

جس دن سورج غروب کر گیا، رہبر انقلاب کے بقول: "افسوس کہ ہم خاکی لوگوں کے لے اس جشن ملکوتی کے آئینہ بند سے ایک نور کی جھلک بھی نہیں آئی اور اس قلہ دل کے فراق کی آگ پر نمی بھی نہیں آتی مہربان باپ کے ہمدرد، مرشد حکیم اور محافظ غم میں غم واندوہ درد کا ہمیشہ بیدار طبیب، درد فرنماس اور امت پر رحمت خدا کا جلوہ اور روئے زمین پر انبیاء اور اولیاء کی یادگار نے اہل زمین کو گداز کر دیا۔ اور بغیر تسلی کا ان پر غم ٹوٹ پڑا، زمانہ نے اپنے یکتائے روزگار کو کھو دیا، زمین نے گوہر یکتا کو اپنی آغوش میں لے لیا، اسلام کا عظیم علمدار ایک مبارک عمر کے بعد کہ اسلام کی بلندی کی راہ میں گذری ہے دنیا کو خدا حافظ کہا اور قطب عالم امکان اور مولی اللہ الاعظم ارواحنا فداہ اپنے خلیفہ کے غم میں سوگوار ہوئے، ان کی راہ ہماری راہ ان کا مقصد ہمارا مقصد

---

[1]------------روزنامہ اطلاعات مورخہ، ۱۸، ۱۰، ۷۳، ش کے حوالہ سے

اور ان رہنمائی ہمارے لئے مشکل فروزاں ہے[1]۔

ماخذ:

۱. پیرامون انقلاب اسلامی، استاد شہید مرتضی مطہری، ناشر صدرا۔

۲. تاریخ طبری، ج ٦، مجموعہ مصر۔

۳. جلوہای تور، تربیت وپیکش: مجید زماپنور، ایڈیشن صادق، پہلا ایڈیشن، موسم بہار ۱۳۷۳ش، ثقافتی شیادہ کا مرکز.

۴. حماسہ حسینی، مذکر شہید استاد مرتضی مطہری، ج۱، ناشر صدرا، ۱۵رواں ایڈیشن، ادارہ ایشارات فراہانی.

۷. روزنامہ اطلاعات.

۸. روزنامہ جمہوری اسلامی۔

۹. روزنامہ رسالت.

۱۰. قرآن کریم.

۱۱. کامل بن ایثر، ج ۴، مطبوعہ مصر ۱۳۱۳ش.

۱۲. ناسخ التواریخ، حالات سید اشہداء، ج ۳.

---

[1]۔ امام خمینی رح کی پہلی برسی کی مناسبت سے رہبر معظم انقلاب کا پیغام کتاب جلوہ ہای نور کے ص ۲۸ کے حوالہ سے۔